ڈاکٹر ریحانہ ضیا صدیقی
علی گڈھ

شب قدر

ماہ رمضان میں رحمت ہوئی نور کی
نور پھیلا ہوا آج کی رات ہے
ہیں عبادت میں ڈوبے ہوئے دو جہاں
اس کی رحمت کا جلوہ ہے ہر سمت یاں
فَعفُ عَنِیُ کی ہیں التجائیں بہت
کس قدر جانفزا آج کی رات ہے
عرش سے فرش تک دھوم ہی دھوم ہے
ہوگا مغموم جو آج محروم ہے
پھر ملے گی یہ شب کس کو معلوم ہے
کیسی صل علی آج کی رات ہے
ہے دعاؤں میں مصروف ہر اُمتی
مالک الملک بندوں پر نازاں ہے خود
معاف کرنے کو وہ سب کو تیار ہے
اُن کا عفو وکرم آج کی رات ہے
جاگ لو جاگ لو لیلۃ القدر میں
کتنی برکت سے پُر آج کی رات ہے
مانگ لو مانگ لو عاصیو مانگ لو
در اجابت کا وا آج کی رات ہے
اس مہینے میں قرآن نازل ہوا
ابر رحمت ہے ہر سمت چھایا ہوا
آسماں سے ملائک ہیں آئے ہوئے
عرش سے فرش تک ہیں وہ چھائے ہوئے
کتنی افضل ہزاروں مہینوں سے یہ
مطلع الفجر تک آج کی رات ہے

اس کی بخشش میں شامل ریحانہ بھی ہے
اس پہ رحم وکرم آج کی رات ہے

❖❖

LW/NP – 184

RIZWAN

R.N. 2416 /57

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.

Ph.2270406

بچوں کی

قصص الانبیاء

از:- امۃ اللہ تسنیم

چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:-

"ان سے چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "قصص النبیین للاطفال" اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پُرہدایت حالات لڑکوں اور بوڑھوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انھیں مطالب کو عربی سے اُردو میں منتقل کر دیا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے وہ ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھتے جائیں گے"

حصہ اول

حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ — قیمت .

حصہ دوم حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام — قیمت .

حصہ سوم:- حضرت موسیٰ علیہ السلام ———— قیمت

حصہ چہارم حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ———— قیمت

مکتبہ اسلام

۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ
لکھنؤ، یوپی — ۲۲۶۰۱۸

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۴۸ اکتوبر ۲۰۰۴ء شمارہ ۱۰

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

• اُمامہ حسنی • میمونہ حسنی

• اسحاق حسینی • جعفر مسعود حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰ر روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ر امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰ر روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۱۷۲/۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 2270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 2281223 - 9415560241

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر .... مولانا زاہد الحسینی ۶
- یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے .... محترم سید عرفان احمد ۱۰
- غفلت-ام الامراض .... مولانا محمد احمد پرتاپگڈھی ۱۲
- حضرت ابوبکر صدیقؓ .... ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی ۱۵
- رمضان المبارک کے انوار و انعامات ..... مولانا محمد عبدالحیؒ ۱۸
- وہ شخص ہم میں سے نہیں .... محترم احسان الحق ۲۳
- رمضان-ایک ماہ مبارک .... مولانا سلیم اللہ خاں ۲۵
- معاشرے کی اصلاح میں عورت کا حصہ ... زینت النساء نیپالی ۲۷
- جب اللہ کی مدد آگئی .... محترم یعقوب سروش ۲۹
- غیبت کی حقیقت اور اس کی مذمت .... عبدالسبحان شجاع ۳۲
- میزبانی کے آداب ۳۴
- موت کے سائنسی انکشافات .... حکیم طارق محمود چغتائی ۳۷
- شب قدر (نعت شریف) .... ڈاکٹر ریحانہ ضیا صدیقی ۴۰

اپنی بہنوں سے

مدیر

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ پھر ہم کو نصیب ہو رہا ہے ایک مسلمان مرد وعورت کے لئے اس دنیاوی زندگی میں اللہ رب العزت کا یہ اتنا بڑا احسان ہے جس کا اندازہ بھی ہم بندے نہیں کر سکتے جن حدیثوں میں رمضان المبارک کی برکتیں اور رحمتیں بیان کی گئی ہیں اگر ان کو پورے دھیان سے پڑھیں تو ہم کو اندازہ ہوگا کہ یہ کتنا بڑا انعام ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

اس عظیم الشان انعام کی قدر بھی اس کے مرتبہ کے حساب سے ہونا چاہئے، اگر ہم انعام کی قدر نہیں کریں گے تو آئندہ اس انعام کے لائق کیسے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی گواہ ہے کہ رمضان المبارک کے آنے سے پہلے ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی تیاری شروع فرمادیتے تھے، اور آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی رمضان المبارک کی تیاریوں میں مشغول ہوجاتے تھے، اور رمضان المبارک کی راتیں اور دن، عادت الٰہی اور مسلمانوں کی آپس کی غمگساری اور ایک دوسرے کا خیال اور صدقہ وخیرات میں ہی گزرتی تھی۔ اور لگتا تھا کہ نیکیوں اور عبادت کی باد بہاری آگئی ہے اور یہ دنیا وہ دنیا نہیں رہ جاتی تھی جو رمضان المبارک سے پہلے تھی۔

پورے سال ہم لوگ اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں، کمانے میں کھانے میں اور تفریح میں اور عیش وآرام میں دن گزارتے ہیں۔ اب یہ ایک ماہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا آرہا ہے اگر زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کرکے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگائیں اور زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات میں حصہ لیں اور دینی کاموں میں خرچ کریں، اپنے پڑوسیوں کی فکر کریں، غریب مسلمانوں کو یاد رکھیں ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کریں تو انشاء اللہ یہ مبارک مہینہ ہمارے لئے بھی برکت ورحمت کا مہینہ ثابت ہوگا۔ اور اس کی برکتیں دنیا میں بھی ملیں گی اور آخرت میں تو اللہ نے چاہا تو ہمارا بیڑہ پار ہوجائے گا، اور رحمت ومغفرت ہمارا مقدر ہوگی۔

حیرت کی بات ہے کہ چندروزہ زندگی کے لئے تو ہم کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم اور ہمارے گھر والے، اولاد آرام اور راحت سے رہیں، اور آخرت جو ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے ادھر ہماری توجہ نہیں ہوتی، یہ کتنے بڑے نقصان کا سودہ ہے عقل مند آدمی وہ ہے جو مستقل فائدہ کی فکر کرے اور اپنی اولاد کے لئے بھی مستقل کامیابی کو یقینی بنائے۔

اگر ہم حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں اور ان کا مستقل مطالعہ رکھیں تو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۂ زندگی کا پتہ چلے گا، اور ہم کو اس پر عمل کرنے کا شوق ہوگا اگر کچھ عمل کرلیا اور نیت اچھی رکھی تو اس کی برکت سے کچھ نہ کچھ ہمارے حصہ میں بھی آئے گا اور ہمارا مقدر روشن ہوجائے گا۔

حدیث کی روشنی

امۃ اللہ تسنیم

سنت اور اس کے اہل کی محافظت

کثرت سوال کی ممانعت

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو چھوڑ دو، جب میں تم کو چھوڑ دوں۔ بیشک اگلی امتوں کو کثرت سوال نے اور انبیاء کی مخالفت نے ہلاک کیا۔ جب تم کو کسی بات سے منع کروں تو اس سے باز رہو، اور جس بات کا حکم دوں اس کو کرو جتنی تم میں استطاعت ہو۔ (بخاری)

ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت عرباضؓ بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایسی بلیغ اور مؤثر نصیحت کی جس سے ہمارے دل دہل گئے اور آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے گویا ہم آپ سے رخصت ہو رہے ہیں تو آپ ہمیں وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ کی پرہیزگاری کی سننے اور اطاعت کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام حاکم ہو اور تم میں جس کی عمر لانبی ہوگی وہ بہت اختلاف دیکھے گا تو چاہئے کہ میری اور خلفائے راشدین اور ہدایت پانے والوں کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لے اور نئی نئی باتوں سے بچو، بیشک ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

نافرمانی انکار ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے سب لوگ جنت میں جائیں گے مگر وہ جنت سے محروم رہیں گے جنہوں نے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار کون کرے گا۔ آپ نے فرمایا میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی اُس نے انکار کیا۔ (بخاری)

نافرمانی اور انکار کی شامت

حضرت ابومسلمؓ یا سلمۃ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اس نے کہا میں نہیں کھا سکتا۔ آپ نے فرمایا نہ کھا سکو (اس کے غرور نے یہ بات کہلائی تھی) پھر اپنا سیدھا ہاتھ منہ کی طرف نہ اُٹھا سکا۔ (مسلم)

صف برابر نہ کرنے کا وبال

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنی صفوں کو برابر کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ ڈال دے گا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو برابر کر رہے تھے گویا پانسہ کو برابر کرتے ہیں، یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہم لوگ سمجھ گئے ایک دن آپ نکلے اور کھڑے ہوئے قریب تھا کہ تکبیر کہیں، اتنے میں ایک آدمی کا سینہ نکلا ہوا دیکھا۔ فرمایا اللہ کے بندو اپنی صفوں کو برابر کرو، نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے آپس میں پھوٹ ڈالے گا۔

سوتے وقت آگ بجھا دو

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک گھر مع گھر والوں کے جل گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا آگ تمہاری دشمن ہے۔ جب تم سونے کا ارادہ کیا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔ (بخاری)

ایک بہترین مثال

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اُس علم و عمل کی مثال جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ایسی ہے جیسے کسی زمین پر بارش ہو، اس زمین کا ایک ٹکڑا اچھا ہے اس نے پانی کو

قبول کیا اور بہت سبزہ اور گھاس اُگا یا۔ اور ایک ٹکڑا ایسا ہے جس نے پانی کو روک لیا۔ اللہ نے اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا اس سے لوگوں نے پیا اور پلایا اور کھیتی کی۔ اور ایک ٹکڑے پر پہنچا جو بنجر ہے نہ پانی کو روکا نہ سبزہ اُگایا۔ پس وہ مثال اس کی ہے جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی، اپنے کو نفع پہنچایا، سیکھا اور سکھلایا۔ اور یہ مثال اس شخص کی ہے کہ اللہ کی اس ہدایت پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور نہ متوجہ ہوا۔ (بخاری۔ مسلم)

آنحضرتؐ کی شفقت و ہدایت

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور تمہاری مثال ایسے شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، اس میں پتنگے اور پروانے گرنے لگے اور وہ ہنکا تا رہا ہے اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑ کر تم کو دوزخ سے ہٹاتا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو۔ (مسلم)

کھانے کے آداب واحکام

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے چاٹنے، اور رکابی کے صاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا تم نہیں جانتے اس کی کس چیز میں برکت ہے۔ (مسلم)

اور انہیں کی ایک روایت میں ہے کہ تمہارا کوئی لقمہ گرے تو اس کو صاف کر کے کھالو، اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑو اور اپنے ہاتھ کو رومال سے نہ پونچھو جب تک کہ انگلیوں کو چاٹ نہ لو، تم نہیں جانتے کہ کس کھانے میں برکت ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ شیطان تمہاری ہر چیز میں حاضر رہتا ہے یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی۔ پس جب تمہارا کوئی لقمہ گرے تو اس کو صاف کر کے کھالو شیطان کے لئے نہ چھوڑ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی نئی باتیں نکالنے والے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے نصیحت کے دوران میں فرمایا کہ تم اللہ کی طرف ننگے پاؤں، ننگے بدن اپنی اصلی حالت پر جمع کئے جاؤ گے، اور وہ فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا ہے اسی طرح ہم تم کو پلٹائیں گے اور ہمارا وعدہ ہے ہم پورا کرنے والے ہیں، یاد رکھو قیامت میں سب سے پہلے جس کو کپڑے پہنائے جائیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور یاد رکھو میری امت کے کچھ لوگ لائے جائیں گے اور ان کو بائیں طرف لے جایا جائے گا، میں کہوں گا یارب یہ میرے ساتھی ہیں، تو مجھ سے کہا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد نیا کام کیا۔ پس میں کہوں گا جیسے ایک نیک بندے نے (نیک بندے سے حضرت عیسیٰؑ مراد ہیں) کہا کہ میں جب تک ان میں رہا ان پر گواہ رہا۔ جب میں وفات پاگیا تو ان کا نگہبان تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ تو مجھ سے کہا جائے گا کہ جب سے تم نے ان کو چھوڑا یہ برابر دین سے پھرتے رہے۔ (بخاری۔ مسلم)

کنکریاں اور ڈھیلے پھینکنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن مُغفّل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کے پھینکنے سے منع فرمایا۔ اور فرمایا یہ کنکریاں نہ شکار کرتی ہیں نہ دشمن کو قتل کرتی ہیں بلکہ یہ آنکھوں کو پھوڑ دیتی ہیں اور دانتوں کو توڑ دیتی ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ ابن مغفل نے اپنے ایک عزیز کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو منع کیا اور حدیث سنائی۔ پھر دوبارہ اُس کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو کہا میں تم کو سناتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم پھر وہی حرکت کرتے ہو۔ اب تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔

محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عمل

حضرت عابسؓ بن ربیعہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا حجر اسود کو چوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔ (بخاری۔ مسلم)

مولانا زاہد الحسینی

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر

اسلام کا مایۂ ناز خصوصی عقیدہ یہ بھی ہے کہ اسلام سب انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا یقین دلاتا ہے۔ اسلام ایسے کسی انسان کو قبول نہیں کرتا جو کسی بھی ایک سچے رسول علیہ السلام کا انکار کردے۔ چنانچہ اسلام کی بنیادی دفعات میں ہے فامنوا بالله ورسله. (پ۔۴) اسی کی تشریح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تومن بالله ورسوله. اس لئے اجمالی طور پر ان سب رسولوں پر ایمان لانا ازروئے عقائد اسلامیہ ضروری ولازمی ہے، مگر قرآن کریم میں پچیس انبیاء علیہم السلام کے نام خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمائے گئے ہیں اور ان میں اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کا صریح حکم بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا :

"اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم کے مقابل، درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کو چاہیں، تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار اور اس کو بخشا ہم نے اسحاق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سے پہلے اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ وہارون کو اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو، ہر ایک کو ان میں سے شمار کیا نیک بختوں میں اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل ان کی راہ۔" (انعام)

اور دوسرے سات یعنی آدم، ادریس، شعیب، صالح، ہود، ذوالکفل، محمد علیہم السلام ہیں۔

اسی کی تفسیر میں علماء کرام نے فرمایا ہے :

پس یہ پچیس رسول علیہم السلام ایسے ہیں کہ ان پر تفصیلی طور سے ایمان لانا ضروری ہے۔ (جمل علی الجلالین)

علامہ شیخ احمد سجاعی مصری نے نظم میں یوں فرمایا :

لقد اوجبوا عرفان رسل مفصلا
علیهم سلام بالصلوٰة مصحوب
وهم ادم نوح وادريس ابرهيم
كذالك اسماعيل اسحاق يعقوب
ويوسف لوط هود اعلم صالح
شعيب و موسىٰ ثم هارون محبوب
وداؤد فاحفظ ثم يسين مطلوب

ان انبیاء علیہم السلام کے مختصر سے حالات علامہ شیخ احمد سجاعی نے ایک رسالے میں بیان فرمائے ہیں۔ اس کا بھی اختصار درج کیا جاتا ہے تاکہ کم از کم حالات جاننے میں آسانی ہو۔

آدم علیہ السلام

سب سے پہلے رسول ہیں۔ یہ لفظ ادمۃ سے مشتق ہے معنیٰ گندم گوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ تاریخ کی کتابوں میں آپؑ کی عمر ایک ہزار سال لکھی ہوئی ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپؑ کی عمر ۹۶۰ سال تھی۔

نوح علیہ السلام

آپؑ کا نام عبدالغفار تھا۔ آپؑ حضرت آدم سے گیارہ سو سال بعد پیدا ہوئے۔ کرمانی نے کہا ہے کہ اس لفظ کا معنیٰ سریانی زبان میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ آپؑ بہت زیادہ رویا کرتے تھے اس لئے اس مناسبت سے آپؑ کو نوح کہا گیا۔ حضرت

ابوذر غفاریؓ نے دربار رسالت میں عرض کیا کہ سب سے پہلے کون سا نبی ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : آدم علیہ السلام۔ پھر ابوذر نے عرض کیا، ان کے بعد کون سا نبی گزرا ہے؟ آپؐ نے فرمایا : نوح علیہ السلام، اور ان دونوں کے درمیان دس قرن کا زمانہ ہے۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ادریس کے درمیان ایک ہزار سال کا زمانہ گزرا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام جب چالیس سال کے تھے تو آپؑ کو نبوت ملی تھی۔ آپؑ اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے۔ قوم نے بہت ہی کم ہدایت قبول کی، اس لئے ان پر عالم گیر طوفان آیا۔ آپؑ طوفان کے بعد بھی ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ (حاکم)

حضرت ادریس علیہ السلام

یہ لفظ سریانی ہے اور بعض نے کہا عربی ہے اور درس سے مشتق ہے جس کے معنیٰ پڑھنا ہے۔ چونکہ آپؑ کلام ربانی کو بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے، اس لئے ادریس نام ہوا۔ قرآن کریم کی ایک آیت ورفعناه مكانا عليا سے علمائے کرام نے استنباط کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی اس جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں، اس لئے کہ یہ ارشاد اور کسی دوسرے نبی کے حق میں نہیں ہوا۔ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ جب آپ کو آسمان پر اٹھایا گیا تو اس وقت آپ کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

یہ لفظ سریانی ہے جس کے معنیٰ اب رحیم یعنی مہربان اور شفیق باپ کے ہیں، یا عربی ہے برہمہ سے مشتق، ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپؑ کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرن تھے۔ ابن اثیرؒ نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور آپؑ کے درمیان ایک ہزار دو سو بیالیس سال کا عرصہ تھا۔ آپ ایک سو پچھتر سال زندہ رہے، اور بعض نے دو سو سال عمر بتائی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۸۹ سال کی تھی۔ آپؑ ایک سو تین سال یا ایک سو پینتیس سال زندہ رہے۔ آپؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہاتھ بٹایا تھا۔ آپؑ کی نسل سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جو محمد اور احمد کے پیارے ناموں سے مشہور ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری چلائی، مگر قرآن کریم میں اس کے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ جلال محلی نے شرح جمع الجوامع میں کہا ہے کہ چھری چلانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا تھا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فدیناه بذبح عظيم کے ارشاد میں اس امر کو بیان فرمایا کہ اب آپ ذبح کا ارادہ بھی نہ کریں۔

علامہ خطیب شربینی نے کہا ہے کہ ذبح کے لئے چھری کے چلانے کا قصہ جاہل خطیبوں کا من گھڑت افسانہ ہے اور علمی غور کے بعد یہ معتزلہ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند ارجمند۔ ایک سو چالیس سال زندہ رہے۔ آپ کا نام قرآن کریم میں اسرائیل بھی ہے، اس لئے بنی اسرائیل آپؑ کی اولاد کو کہا گیا۔

نوٹ : حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے دو دو نام قرآن شریف میں آئے ہیں یعنی احمد اور مسیح اور اسرائیل۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ قرآن کریم میں ان کی زندگی کا اکثر حصہ موجود ہے۔ آپؑ مصر میں بنی اسرائیل کی حکومت کے بانی تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور بعض نے کہا کہ حضرت سارہ کے بھائی تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام

کعب احبار نے کہا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ہود علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ آپ چار سو چونسٹھ سال زندہ رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر دو سو اسی سال تھی۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ آپ نے بیس سال اپنی قوم کو تبلیغ کی (اور قوم کی تباہی کے بعد مکہ میں قیام پذیر ہوگئے اور آخر میں وہیں وصال فرمایا) امام سیوطیؒ نے اتقان میں فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان صرف حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہم السلام تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام

ابن اسحاقؒ نے کہا ہے کہ آپ میکائیل کے بیٹے تھے، اور امام نوویؒ نے ان کا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم سے ملاتے ہوئے فرمایا ہے، میکائیل بن یشجن بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

عمران کے بیٹے تھے۔ چونکہ آپ کو پودوں اور دریا کے درمیان چھپادیا گیا تھا اور قبطی زبان میں پانی کو مو اور پودوں کو سا کہتے ہیں، اس لئے آپ کا نام موسیٰ ہوا۔ آپ کی عمر ایک سو اکیس بیس سال تھی۔

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے اور بعض نے کہا کہ سوتیلے بھائی تھے۔ آپ حضرت موسیٰ سے قد میں لمبے تھے۔ آپ فصیح تھے۔ حضرت موسیٰ سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور حضرت موسیٰ کی وفات سے پہلے فوت ہوگئے۔ ہارون کے معنی عبرانی زبان میں محبت کے ہیں، جیسا کہ حدیث اسراء میں ہے کہ آپ نے جب جبرئیل علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبرئیل نے فرمایا، محبب ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو انہتر سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر صرف ایک سو سال تھی۔ قرآن کریم نے صرف آپ کے متعلق یا داؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض بیان فرمایا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سات سو سال پہلے پیدا ہوئے۔ بڑے خوب صورت اور متواضع تھے۔ بچپن کے باوجود ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام ان سے بعض امور میں مشورہ کرلیا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں سے تھے اور آپ کے والد کا نام ابیض تھا۔ مشہور مؤرخ اور محدث ابن عساکر کا بیان ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لاچکے تھے تو اس بیان کے مطابق آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوا۔

ابن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد گزرے ہیں۔ طبرانی نے کہا ہے، آپ کی عمر ترسیٹھ سال کی تھی۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

اس نام کی تعیین شخصی میں بہت سے اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ایوبؑ کے بیٹے تھے، آپ کے دس سال بعد نبوت سے مشرف ہوئے۔ (۲) حضرت الیاسؑ کا دوسرا نام ہے۔ (۳) حضرت زکریا کا دوسرا نام ہے۔

(۴) الیسع کا نام ہے۔ (۵) یوشع بن نون کا نام ہے۔ (۶) مستقل اور علیحدہ نبی تھے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نبی نہ تھے۔ حضرت الیسع کے خلیفہ تھے۔

حضرت یونس علیہ السلام

آپ متی کے بیٹے ہیں۔ عبدالرزاق نے کہا کہ یہ آپ کی والدہ کا نام ہے، مگر علامہ ابن حجرؒ نے اس کی تردید کرتے ہوئے حدیث سے ثابت کیا ہے کہ یہ آپ کے والد کا نام ہے۔ آپ شاہانِ فارس کے زمانے میں ہوئے ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام

آپ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ بعض نے الیاس اور الیاسین کو ایک ہی قرار دیا ہے۔

حضرت الیسع علیہ السلام

یہ بھی غیر عربی لفظ ہے۔ آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی عمر ۹۹ سال تھی۔ بعض نے ایک سو بیس سال بھی بتائی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

آپ حضرت زکریا کے بیٹے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ پہلے پیدا ہوئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عربی یا سریانی لفظ ہے۔ حضرت مریم بنت عمران کے بیٹے ہیں۔ بلا باپ محض قدرت خداوندی سے پیدا ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انیس سو پچیس سال بعد اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چھ سو بیس سال پہلے تشریف لائے۔ آپ کا حمل، آپ کی ولادت بہت تھوڑی سی دیر میں ہوا تھا (جس پر کہ حرف فا جو کہ تعقیب، بلا مہلت کے لئے وضع ہے، دلالت کررہا ہے، فرمایا: فحملته فانتبذت به مكانا قصيا فاجاءها المخاض الى جذع النخلة...... فأتت به قومها تحمله.

اور اگر حمل معتاد متعارف ہوتا تو یہود حمل کے وقت بھی اعتراض کردیتے۔ آپ آسمان پر اٹھالئے گئے، اور اب قریب قیامت نزول فرمائیں گے اور سات سال زمین پر قیام فرمانے کے بعد انتقال فرمائیں گے اور روضۂ خضر میں جو قبر چہارم کی جگہ خالی ہے وہاں دفن ہوں گے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ سنہ ایک، عام الفیل بروز پیر نویا بارہ ربیع الاول تشریف لائے۔ چالیس سال کی عمر میں بروز پیر نبوت کاملہ سے سرفراز فرمادیئے گئے۔ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہے۔ ربیع الاول ہی کے مہینے میں مدینے کو ہجرت فرماگئے اور بارہ ربیع الاول سنہ گیارہ ہجری بروز پیر دس بجے دن کے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔

سید الکونین ختم المرسلین
آخر آمد بود فخر الاولین

بعض علمائے کرام نے انبیاء علیہم السلام کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی ہے مگر قرآن کریم کی رو سے اس پر اجمالی ایمان ہی بہتر ہے کہ جتنے بھی رسول اور نبی علیہم السلام تشریف لائے، سب پر ہمیں ایمان ہے۔

●●

ابو جعفر سائح کی روایت ہے کہ ایک خاتون بہت ہی متبع شریعت تھیں، ان کے دن رات خدا کی عبادت میں صرف ہوتے۔

وہ خاتون اپنے شوہر سے فرماتیں اٹھو کب تک نیند کے مزے لیتے رہوگے، غفلت سے بیدار ہو، یہ مدہوشی کب تک رہے گی۔

اور فرماتیں کہ آپ کو قسم ہے کہ رزق حلال طریقہ سے کمائیے اپنی ماں کی خدمت کیجئے۔ رشتہ داروں کی خبرگیری کیجئے، ورنہ اللہ تعالیٰ آپ کو چھوڑ دے گا۔

یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجیے

محترم سید عرفان احمد

لیجئے رمضان کا مبارک و منفرد مہینہ پھر آ گیا!

یوں لگتا ہے جیسے ابھی تو روزے رکھے تھے، جلدی سوتے تھے تاکہ فجر سے پہلے اٹھ کر سحری کر سکیں۔ گھر کے سبھی افراد اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں ان سے سحری چھوٹ نہ جائے۔ ان کے ہاتھ سے سحری کا ثواب نکل نہ جائے۔ سوتے میں لمحے بھر کو آنکھ کھل بھی جاتی تھی تو بے اختیار نظر دیوار پر لگی گھڑی ہی پر ٹکتی تھی کہ کہیں، سحری کا وقت تو نہیں ہو گیا، خدانخواستہ فجر تو نہیں ہو گئی!

پھر بھی لوگ اس فکر میں کھانے، پینے کی جلدی کرتے تھے کہ کہیں فجر کی اذان نہ ہو جائے۔ کسی کو پھینی کھانا ہے تو کسی کو جلیبی، کسی کو انڈے پراٹھے سے پیٹ بھرنا ہے تو کسی کو دن بھر کے لئے چائے ہی کافی ہے۔

چلو بھئی، سحری کا وقت ختم ہوا، فجر کا وقت شروع ہوا۔ محلے بھر کی مساجد سے قریب و دور سے اذان کی آوازیں آنے لگی ہیں اور صبح کے سناٹے میں ایک عجیب سی مسحور کن نغمگی پیدا ہو گئی ہے۔ سبھی نے کھانا پینا یک لخت چھوڑ دیا ہے۔ اب جو حلق کے نیچے اتر گیا، سو اتر گیا، اب مزید کوئی چیز حلق سے نیچے اتر نہیں سکتی۔ ایمان کی طاقت نے خواہشوں کے زور کو توڑ دیا ہے۔

سارا دن بھی خوب منظر ہے۔ بھوکے ہیں، کھانا سامنے موجود ہے، مگر کھائیں گے نہیں۔ پیاس لگی ہے، پانی بھی دستیاب ہے، مگر پئیں گے نہیں۔

غیبت اور غصے سے تو یوں بھی بچتے تھے، لیکن اس میں اور زیادہ احتیاط سے کام لے رہے ہیں۔ بدنظری کا موقع پہلے بھی نہ آنے دیتے تھے، مگر اب تو گویا آنکھیں فرش سے اٹھتی نہیں۔ پانچ وقت کی نمازوں کا اہتمام اور زیادہ ہے بلکہ اب تو دن میں کئی بار تلاوت قرآن پاک اور ذکر اذکار کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔ تسبیحات بھی باقاعدگی سے ہو رہی ہیں۔ نیکی کی طلب ہے اور اسے کر لینے کی جستجو، بدی سے بچنے کی فکر ہے اور غلطی سرزد ہونے پر استغفار۔

شام ہونے تک نیکی پر نیکی ہو رہی ہے اور ہر دم کوشش اس بات کی ہو رہی ہے کہ کہیں ہم سے کوئی ایسا عمل نہ ہو جائے جس سے روزے کا عمل ثواب سے محروم رہ جائے۔

صبح سے شام تک یہی جذبہ ہے۔

اب افطار کا وقت ہونے والا ہے۔ عصر کی نماز پڑھ کر مرد سموسے خریدنے کے لئے دکان کی طرف گئے ہیں تو گھر کی خواتین دہی بڑے اور شربت کی تیاری میں لگی ہوئی ہیں۔ کھجور دھو کر رکھی جا رہی ہے روزہ تو اسی سے سب کو افطار کرنا ہے۔ ایک عجب سماں بندھا ہوا ہے۔

لیجئے مغرب کا وقت بھی آن پہنچا۔ سب گھر والوں نے دسترخوان کے گرد گھیرا ڈالا ہے اور اپنے کان مسجد کی طرف لگا دیئے ہیں، کئی گھر والوں میں ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے مغرب کی اذان کا انتظار ہو رہا ہے۔ اذان ہوئی تو سب نے دعا پڑھی اور دن بھر کے روزے کے بعد افطار کیا۔ جسے دعا یاد نہ تھی اس کو کسی دوسرے نے دعا پڑھا دی۔

مغرب کے بعد سبھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ لیجئے وہ بھی مغرب کی جماعت میں نظر آ رہے ہیں جو سوائے عید بقرعید کے کبھی مسجد کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ یہ رمضان کا موسم ہے ہی عجیب سحر انگیز موسم، ہر شخص کو نیک کام کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشا کے بعد تراویح کا مجاہدہ، لیکن مسجدیں کیسی بھری ہوئی ہیں کہ جگہ بھی ملنا محال ہے۔ بچے، لڑکے، نوجوان، بوڑھے، سبھی اس مجاہدے کے لئے تیار ہیں اور بہ خوشی تیار ہیں۔ مہینہ بھر تراویح میں قرآن مجید سننے کی سعادت جو حاصل کرنی ہے۔

اس پورے مہینے میں ہر چھوٹے بڑے پر خوب رنگ چڑھا ہے، دین داری کا رنگ۔

لیکن رنگ بہت کچا ہوتا ہے۔ ادھر عید کا چاند نظر آیا، ادھر رنگ اتر گیا۔ وہ چہرے جن پر داڑھیاں سج رہی تھیں، اب بے رونق ہو گئے ہیں۔ وہ مسجدیں جن میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی اب وہاں گنے چنے نمازی نظر آ رہے ہیں۔ قرآن پاک بھی غلاف میں لپیٹ کر طاق میں رکھ دیا گیا ہے کہ اب اگلے رمضان میں اس کی ضرورت پڑے گی۔ ہر گھر سے اب گانے بجانے کی آوازیں آ رہی ہیں۔

رمضان المبارک کیا رخصت ہوتا ہے، اور نیا مہینے کیا شروع ہوتا ہے، یوں لگتا ہے کہ گویا شیطان نہیں، ہم آزاد ہو گئے ہیں، اسی آزادی کی خوشیاں منا رہے ہیں۔

لیکن اسلام صرف "رمضان" کا دین نہیں، یہ تو سال کے بارہ مہینے کا دین ہے۔ قرآن صرف رمضان کے لئے تو نہیں اتارا گیا، اس کی تلاوت تو سال بھر کرنی ہے۔ اللہ کے احکام کا پابند ہمیں محض رمضان کے مہینے کے لئے تو نہیں کیا گیا، ہمیں تو زندگی بھر احکام الٰہی کی پیروی کرنی ہے۔

تو پھر رمضان میں دین سے اتنی اپنائیت کے بعد یک دم دین سے، دین داروں سے اتنی بیزاری کیوں؟ رمضان المبارک میں شیطان تو یقیناً قید ہو جاتا ہے اور رمضان کے بعد اسے آزادی مل جاتی ہے، مگر آپ مسلمان ہیں اور مسلمان کے لئے حدیث شریف کے مطابق زندگی ہی قید ہے (الدنیا سجن المومن وجنة الکافر) اس قید خانے میں تو آپ اللہ کے احکام کے، اس کی شریعت کی عائد کردہ پابندیوں کے پابند ہیں۔

رمضان المبارک تو اس تربیت کا مہینہ ہے کہ جس طرح اس مہینے میں آپ نے نمازوں کا اہتمام کیا، ذکر و تلاوت سے فیض یاب ہوئے، زیادہ سے زیادہ وقت دنیا کے بجائے دین کے کاموں میں صرف کیا، رمضان کے بعد بھی اسی شیڈول کو آپ اپنی زندگی میں لائیں گے۔ اپنی پوری زندگی کو اللہ کے احکام، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق بنائیں گے۔

اس دفعہ رمضان پھر آ گیا ہے۔ لیکن اس دفعہ رمضان کا مہینہ اس عزم کے ساتھ گزاریے کہ اب یہ مہینہ آپ کی زندگی میں انقلاب لائے گا۔

رمضان-موسم بہار کا زمانہ

یہ پر بہار موسم جب کسی کے شوق و ارمان میں گزرے گا، یہ متبرک گھڑیاں جب کسی کی یاد میں بسر ہوں گی، یہ مبارک دن جب کسی کے اشتیاق میں بغیر بھوک پیاس کے صرف ہوں گے، یہ برکت والی راتیں جب کسی کے انتظار میں آنکھوں ہی میں کٹیں گی، تو ناممکن ہے کہ روح میں لطافت، قلب میں صفائی اور نفس میں پاکیزگی نہ پیدا ہو جائے، حیوانیت دور ہو گی، ملکوتیت نزدیک آئے گی اور انسان خود اپنی ایک جدید زندگی محسوس کرے گا۔ ایسی حالت میں بالکل قدرتی ہے کہ سوزِ دل اور تیز ہو جائے قرب و وصل کی تڑپ اور بڑھ جائے۔ تزکیہ و مجاہدے کے اثر سے زنگ دور ہو کر کسی کا عکس قبول کرنے کے لئے آئینۂ قلب بے قرار و مضطر ہونے لگے۔ ٹھیک یہی گھڑی ذوق طلب اور ذوق عطا، سوال اور اجابت دعا اور مقبولیت، حاجت مندی اور کریمی اور گدائی اور شاہی، بندگی و بندہ پروری کے درمیان ناز و نیاز کی ہوتی ہے، اس لئے قدرتاً اس منزل پر پہنچتے ہی حجلۂ غیب سے یہ صدائے بشارت کان میں آنے لگتی ہے کہ اے ہمارے پیام پہنچانے والے، ہمارے شیدائی، ہمارے پرستار، ہمارے بندے! اگر تم سے ہمارا پتہ پوچھیں تو ان کو بتا دو کہ ہم ان سے کچھ دور نہیں۔ ہم تو ان سے بہت ہی قریب ہیں۔ ہمیں دل کی تڑپ کے ساتھ پکاریں تو سہی ہم فوراً ان کی پکار سنیں گے۔

وہ صرف ہم سے اپنی لو لگائے رہیں اور ہم پر بھروسہ رکھیں، اس سے وہ سیدھی راہ پا کر منزل مقصود تک پہنچ کر رہیں گے۔

(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

مولانا محمد احمد پرتاپگڈھی

غفلت - ام الامراض

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ غفلت ام الامراض ہے۔ سارے گناہوں کی جڑ یہی غفلت ہے۔ جب انسان غافل ہوجاتا ہے تو اس کے قلب کے اندر امراض نفسانی پیدا ہوجاتے ہیں۔ اللہ کی یاد سے وہ قلب غافل ہوجاتا ہے۔ آپ سمجھ لیجئے کہ یہ بہت بڑا نقصان ہے۔

سنیے، ہماری زندگی کے ہر شعبے سے متعلق شرعی احکام و مسائل ہیں اگر مسائل معلوم ہوں تو اس پر عمل کریں۔ جو اہل علم ہیں وہ خود کتابوں کی طرف ہر معاملے میں رجوع کریں اور جو اہل علم نہیں وہ علما سے استفسار کرکے شریعت کے مطابق عمل پیرا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ لو۔"

ہم آزاد نہیں ہیں بلکہ ہم غلام اور محکوم ہیں۔ ہم کو اللہ کی مرضی کے مطابق ہر کام کرنا ہے۔ خواہ تجارت ہو، خواہ ملازمت ہو، خواہ کوئی کاروبار ہو سب اللہ کی مرضی کے مطابق ہونا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوں۔ اللہ والے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں، لرزتے اور کانپتے ہیں کہ کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہوجائے۔ آنکھ اللہ کی مرضی کے خلاف نہ اٹھے، پاؤں اللہ کی مرضی کے خلاف نہ چلیں، ہاتھ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں، زبان اللہ کی مرضی کے خلاف نہ بولے، دماغ اللہ کی مرضی کے خلاف نہ سوچے۔ ان کو ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوجائیں یہ ان کے تقویٰ اور اخلاص کی علامت ہے۔

اسی کو کہا گیا ہے کہ

والمخلصون علیٰ خطر عظیم۔

ایک بزرگ تھے جو بوڑھے ہوچکے تھے۔ ان کے ساتھ کچھ مرید بھی تھے۔ راستے میں ایک درخت ملا۔ جب وہ بزرگ اس درخت کے قریب پہنچے تو سردی کا زمانہ ہونے کے باوجود ان کو پسینہ جاری ہوگیا اور غش کھا کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیوں آپ کی یہ حالت ہوگئی؟ تو فرمایا کہ اس کے متعلق نہ پوچھو۔ اصرار کرنے پر بتایا کہ جوانی کے زمانے میں اس مقام پر اسی درخت کے نیچے مجھ سے ایک گناہ صادر ہوگیا تھا۔ جو بڑھاپے میں یہاں پہنچ کر وہ یاد آگیا، اس لئے خوف سے میری یہ کیفیت ہوگئی۔

گناہ سنکھیا سے زیادہ مضر ہے۔ سنکھیا سے تو جان چلی جاتی ہے، جسم مردہ ہوجاتا ہے مگر گناہ سے تو دل مردہ ہوجاتا ہے جو جسم کی موت سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

آپ کو معلوم ہے کہ دل کو زندہ کرنے کی کیا صورت ہے؟ تو سنئے! دل کو زندہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کیا جائے اور موت کو یاد کیا جائے۔ اللہ کا ذکر دل کی دوا اور روح کی شفا ہے۔ پس ہم کو چاہئے کہ ذکر و فکر میں مشغول ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اوامر کا امتثال اور معاصی و منکرات سے اجتناب کریں۔ زیادہ اہتمام منکرات سے بچنے کا کریں اس لئے کہ معروف پر عمل کرنا تو آسان ہے مگر منکرات سے اجتناب دشوار ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب مرحوم جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے ہیں فرماتے ہیں کہ معروف پر عمل کرنا تو بہت آسان ہے لیکن منکرات سے بچنا بہت دشوار ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہ صدیق کا مقام ہے۔ سنئے

صدیقین کا مقام انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے اونچا مقام ہے۔ شہدا اور صالحین کا درجہ ان کے بعد ہے۔ مقام صدیقیت نبوت کا پرتو اور ظل ہے۔ صدیق قدم نبوت پر ہوتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اس کو ایک مثال سے واضح فرمایا ہے کہ جس طرح شاہی دعوت میں وزراء، امراء اور خواص مدعو ہوتے ہیں اور ان کے لئے انواع و اقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں اور جب دسترخوان لگایا جاتا ہے اور مدعو حضرات کھا کر اٹھ جاتے ہیں تو جو کچھ کھانا بچا رہتا ہے وہ پرجے وغیرہ کھاتے ہیں۔ پس کھانا تو وہی رہتا ہے جو امراء، وزراء کھاتے ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اول کھانے والے مقصود بالذات ہوتے ہیں اور بعد میں کھانے والے ان کے طفیلی ہوتے ہیں۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے جو خوان چنا جاتا ہے ان کے طفیلی صدیقین ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مقام کو سمجھانے کے لئے اس سے اچھی مثال نہیں ہوسکتی۔ اسی ضمن میں اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ شہدا کا مقام اگرچہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے مگر صدیقین کا مقام ان سے بھی بڑھ کر اس لئے ہے کہ کار نبوت کو انجام دینے والے اور اس کو قیامت تک باقی رکھنے والے صدیقین ہی ہوتے ہیں۔ اگر سب لوگ شہید ہی ہوجاتے تو کار نبوت ختم ہوجاتا۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد سے لے کر اب تک دین جو باقی ہے وہ انہی نائبین کے ذریعے سے باقی ہے۔ شہداء تو ایک وار میں شہید ہوجاتے ہیں اور ان حضرات پر زندگی بھر نا معلوم کتنے آرے چلائے جاتے ہیں اور کس قدر مصائب و شدائد آتے ہیں اور یہ حضرات ان کے لئے سینہ سپر رہتے ہیں اور سب آلام و مصائب کو برداشت کرتے ہوئے دین کی گاڑی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اسی کو میں نے اپنے اس شعر میں کہا ہے۔

کمال عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مرجانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

اس راز کو اللہ والے ہی سمجھتے ہیں اور حق تعالیٰ ان کی رہبری فرماتے ہیں

حضرت جنید بغدادیؒ جو اکابر اولیاء میں سے ہیں ان کا واقعہ کتابوں میں درج ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ فلاں جگہ جہاد ہو رہا ہے، چلو اس میں شریک ہوکر شہید ہوجائیں اور یہ خیال بار بار آنے لگا تو حضرت جنیدؒ نے اس پر غور کیا۔ آخر آج یہ خیال بار بار کیوں آرہا ہے تو اس کی وجہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں ڈالی کہ یہ نفس روز روز کے مجاہدے سے گھبرا گیا ہے اس لئے چاہتا ہے کہ جہاد میں جاکر قتل ہوجائیں، تاکہ روز کی ریاضت و مجاہدے سے نجات پاجائیں۔ اپنے نفس کو خطاب کرکے فرمایا کہ میں تیری چال سمجھ گیا، تو مجاہدے سے گھبرا کر یہ خواہش کر رہا ہے کہ اس قید و بند کی مشقت سے تو یہی اچھا ہے کہ ایک بار جان چلی جائے، چل کر شہید ہوجائیں۔ کسی طرح ان مجاہدات سے تو چھٹکارا مل جائے گا تو میں تیری یہ خواہش ہرگز نہیں پوری کروں گا اور اسی حجرے میں تجھ کو رکھوں گا اور یہیں تیری موت آئے گی۔

واقعی حقیقی علم یہی ہے کہ آدمی اپنے نفس کے مکروں سے واقف ہوجائے۔ جب تک یہ علم حاصل نہیں ہوگا، آدمی کمال کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا، بلکہ نا تمام علم کی وجہ سے دعویٰ و پندار میں مبتلا ہوجائے گا، جو سخت مضر چیز ہے۔ اس موقع پر اپنا ہی ایک شعر یاد آیا ہے جس میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے

ابھی واقف نہیں تو نفس و شیطان کے مکائد سے
مگر افسوس کرتا ہے تو دعوائے ہمہ دانی

غرض علم کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے اور ہم کو یہ معلوم ہوجائے کہ کیا چیز جائز ہے اور کیا ناجائز، اور کیا حلال ہے اور کیا حرام، تاکہ ہم جائز اور حلال کو اختیار کریں اور ناجائز اور حرام سے بچیں اور دوسروں کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، یعنی اچھی باتوں کا امر کریں اور بری باتوں سے منع کریں۔ یہ بھی عالم دین کا ایک وظیفہ ہے۔ اگر اس

میں کوتاہی کرے گا تب بھی حق تعالیٰ ناراض ہوں گے۔

ایک بستی تھی جس میں اسی ہزار آدمی بستے تھے۔ اس میں ایک عابد وزاہد بھی تھا جو دن کو روزے رکھتا تھا، رات کو شب بیداری کرتا تھا۔ بستی کے اور لوگ نافرمان تھے، اللہ کی مرضی کے خلاف کام کرتے تھے مگر وہ عابد ان لوگوں سے ملا جلا رہتا تھا۔ ان کے اعمال کو دیکھ کر کبھی اس کے چہرے پر تغیر نہیں آتا تھا اور نہ ان سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا تھا بلکہ ان لوگوں کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا سب کچھ رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس بستی کو الٹ دو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! اس میں تیرا ایک بندہ ایسا ہے جو بڑا عابد وزاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں، تم اس بستی کو الٹ دو اور پہلے اسی عابد سے شروع کرو، اس لئے کہ یہ نافرمانوں سے ملا جلا رہتا ہے، ان سے محبت رکھتا ہے اس لئے یہ بھی ان ہی لوگوں کی طرح مجرم ہے۔ ان سے نفرت نہیں کرتا لہٰذا وہ بھی سزا کا مستحق ہے۔ چنانچہ وہ بستی الٹ دی گئی اور سب لوگ ہلاک اور تباہ ہوگئے۔

ہم لوگوں کو ایسے واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے، حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کردے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو اپنی زبان سے اس پر نکیر کرے۔ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا جانے اور نفرت کرے، اور یہ سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہ جاتا۔"

مطلب یہ ہے کہ جو شخص منکرات کو قلب سے بھی برا نہ جانے اور اس سے دلی نفرت نہ رکھے تو اس کو اب اپنے ایمان ہی کی خیر منانی چاہئے۔ مومن کی شان سے یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ وہ منکرات کو دل سے بھی برا نہ جانے، اتنا تو اسے کرنا ہی چاہئے۔

آج ایسا معاملہ ہوگیا ہے۔ ہم گناہ کرتے ہیں اور ہمارے سامنے گناہ کئے جاتے ہیں مگر ہمارے دلوں میں ذرا بھی اثر نہیں ہوتا، حالانکہ حدیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ بہترین اعمال میں سے ہیں۔

تو بھائی ہماری یہ زندگی جو ہم من مانی گزار رہے ہیں، یہ کامیاب زندگی نہیں ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں گے تب کامیاب زندگی نصیب ہوگی جس کو حیات طیبہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے۔" یہ اس لئے فرمایا کہ جو بندہ اپنی مرضی وخواہش کے مطابق چل رہا ہے اور من مانی زندگی گزار رہا ہے تو اپنی خواہش ہی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے بات یہ ہے کہ اپنے نفس سے محبت ہے، اپنی ہوا (خواہش ومرضی) سے محبت ہے اور اپنے خالق ومالک سے محبت نہیں اس لئے یہ سب باتیں ہیں۔ اگر محبت کی حقیقت ہم جان لیں تو اپنی من مانی چھوڑ دیں۔

سمجھتا ہے کہ کیوں جاتی نہیں ہے تیری من مانی
محبت کی حقیقت ہی ابھی تو نے نہیں جانی

چنانچہ آج کل دیکھ لیجئے کہ لوگ دعویٰ تو محبت کا خوب کرتے ہیں مگر محبت کی حقیقت نہیں جانتے۔ محبت تو فنافی المحبوب کا نام ہے، یعنی محبوب کی مرضی کو ہر وقت ملحوظ رکھیں، اس کو "فنافی المحبوب" کہتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ جو زبردست عالم اور اللہ کے بہت بڑے ولی تھے، فرماتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں چلنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک ہاتھ میں اللہ کی کتاب ہو اور دوسرے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی سنت ہو۔ ان دونوں کی روشنی میں بندہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اور بایزید بسطامی فرماتے ہیں:

الطرق إلى الله بعدد انفاس الخلائق۔

بقیہ صفحہ......۳۱......پر

ڈاکٹر سید محمد اجتبا ندوی

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مثالی حکمراں

تاریخ اسلام سیرت و اخلاق کے نمونوں اور تواضع وانکساری اور خدمت خلق کے شاندار کارناموں کا ایک انمول خزانہ ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں ملنا مشکل ہے، اکا دکا واقعات سے تاریخ نہیں بنتی، مگر ہماری تاریخ ان شاہکار نمونوں سے مالا مال ہے اور ان نمونوں سے تاریخ وسیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں، ہم آج اسی مالا مال خزانے سے چند انمول موتی اور کچھ جواہر پارے منتخب کرکے ایک نئے موضوع کا آغاز کرتے ہیں جس کا عنوان ہے:

"اسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش"

ہم اپنے اس پروگرام میں اس کا نہ احاطہ کرسکتے ہیں اور نہ اس کا پورا حق ادا کر پائیں گے، لیکن کچھ قابل فخر اور سبق آموز واقعات سے اپنے ایمان کو تازہ اور اپنی اسلامی زندگی کے سفر کو جاری رکھنے کے لئے قوت، توانائی اور ہمت وحوصلہ حاصل کرسکیں گے۔

تو پھر آیئے! مدرسہ نبوت کے وفا شعار اور ہونہار پہلے طالب علم، صحبت نبوی کے شاہکار، مخلص رفیق غار، دعوت اسلام کے جان نثار فدائی، تبلیغ اسلام کے ہر ہر قدم کے ساتھی، مزاج نبوت کا شناسا، احکام شریعت کے تحفظ ونفاذ کے لئے سب کچھ قربان اور خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے ہمہ وقت تیار، ورثہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا امین اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کا سہارا اور اس کی ڈگمگاتی کشتی کا ناخدا، جس نے اپنے علم وبردباری، تدبر وحسن انتظام سے صرف دو سال کی قلیل مدت میں ناقابل یقین کامیابیاں حاصل کرکے ایک عظیم الشان، مستحکم، مضبوط، مثالی وتاریخ ساز دور کا آغاز کیا، جس کے ذریعے انسانیت کو عرصہ دراز تک سکھ وچین، آرام وعافیت اور اطمینان وخوشحالی عطا ہوئی، یہ اولین خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جن کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

"میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس نے سوچا اور غور کیا، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے بلا جھجک وتردد میری دعوت پر لبیک کہی"۔

مزید فرمایا:

"کوئی ایسا نہیں کہ جس نے ہم پر کوئی احسان کیا ہو اور ہم نے اس کا بدلہ نہ چکا دیا ہو، سوائے ابوبکر کے کہ ان کا ہم پر بڑا احسان ہے، اس کا صلہ خدائے عزوجل ہی دے گا"۔

بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپا جن لوگوں نے دیکھا وہ جانتے تھے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے حد نرم دل، نرم مزاج، رقیق القلب، معمولی واقعہ اور حادثہ پر ان کی پلکیں بھیگ جاتی تھیں، مگر آیئے ان کی شخصیت کا ایک دوسرا رخ بھی ملاحظہ کیجئے جس نے ہماری تاریخ کو چار چاند لگا دیئے۔

آپ مدینہ منورہ کی اپنی قیام گاہ میں ہیں، اچانک خبر ملتی ہے کہ ان کی زندگی کی سب سے محبوب اور گرانمایہ شخصیت آقا وپیشوا، سرکار دو جہاں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دار فانی سے رخصت ہوکر اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے ہیں خبر بجلی بن کر گری، بھاگم بھاگ مسجد نبوی سے گزرتے ہوئے غمگین وسوگوار مجمعے کی جانب توجہ کیے بغیر حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں داخل ہوجاتے ہیں، چادر اٹھا کر اپنے محبوب اور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی کو بوسہ دیتے ہیں، زبان دو انمول بول ادا کرتی "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں" آپ زندہ رہے تو عمدہ و شاندار رہے اور وفات پاگئے تو بھی عمدہ و شاندار ہیں" پھر مسجد نبوی کی جانب رخ

کرتے ہیں، وہاں کا حال ہی کچھ اور تھا حادثہ ہی ایسا تھا، نہ کسی کو ہوش نہ کسی کو کسی کی خبر، کانوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز گونجتی ہے:

"خبردار! اگر کسی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو اس کی گردن اس تلوار سے قلم کردوں گا"۔

آپ روکنے یا بحث کرنے کے بجائے ایک جانب کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس طرح گویا ہوتے ہیں:

"من كان يعبد محمدا فان محمداً قد مات، ومن كان يعبد الله فان الله حيٌّ لايموت".

"جو شخص محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوجتا تھا وہ سن لے کہ وہ تو اللہ کو پیارے ہوگئے اور جو خدائے عزوجل کی عبادت کرتا تھا تو وہ زندہ ہے اور ہرگز نہیں مرے گا"۔

اس کے بعد آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وما محمد الا رسول، قد خلت من قبله الرسل، أفان مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم، ومن ينقلب على عقبيه، فلن يضر الله شيئاً، وسيجزى الله الشاكرين.

صدیق اکبر کے یہ الفاظ سنتے ہی صحابہ کرام کا مجمع مجلس صدیقی کی جانب ٹوٹ پڑتا ہے، عمر فاروق تلوار پھینک دیتے ہیں اور فرماتے ہیں، مجھے ایسا لگا کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔

آیئے! ذرا پلٹ کر سقیفہ بنی ساعدہ پر نظر ڈالیں، انصار کا مجمع ہے، قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقریر کر رہے ہیں لوگ جوق در جوق چلے آرہے ہیں، حضرت ابوبکر کو خبر ملتی ہے معاملے کی نزاکت محسوس کرکے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چھوڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور سقیفہ کی جانب روانہ ہوجاتے ہیں راستہ میں حضرت ابوعبیدہ سے ملاقات ہوتی ہے انہیں بھی ساتھ لے لیتے ہیں، سقیفہ بنی ساعدہ پہونچ کر انتہائی نرمی اور میانہ روی سے گفتگو فرماتے ہیں، مہاجرین کی اسلام قبول کرنے میں اولیت اور قریش کی جزیرہ عرب میں اہمیت بیان کرنے کے بعد انصار کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنے دین اور اپنے پیغمبر کا مددگار منتخب فرمایا اور آپ کے یہاں ہجرت کا حکم دیا آپ ہی میں آپ کی بیشتر بیویاں اور صحابہ ہیں، پس اولین ہجرت کرنے والوں کے بعد آپ سے زیادہ بلند مقام پر اور کوئی نہیں ہے، ہم امیر ہوں گے اور آپ وزیر، آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیا جائے گا"۔

اس کے بعد ہی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کیا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلی جائے، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ہاتھ بڑھادیا کہ خدا کی قسم! امت میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت موجود ہو تو کسی اور کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی جاسکتی معاً قبیلہ اوس کے سربراہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور پھر تو مجمع بیعت کے لیے ٹوٹ پڑا، دوسرے روز مسجد نبوی میں خلافت نبوی کی ذمے داری بالاتفاق سپرد کردی گئی۔

لیجئے اب دیکھئے عظمت وحسن تدبیر اور دوراندیشی کے بے مثال نمونے:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل اپنے چہیتے خادم کے صاحبزادہ اسامہ بن زید کی سرکردگی میں رومیوں سے جنگ کے لئے ایک لشکر تیار کیا تھا وہ لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر چند میل کے فاصلہ پر "جرف" نامی ایک بستی میں پہلی منزل کے طور پر ٹھہرا ہوا تھا اچانک اسے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شدید مرض کی خبر پہونچی تو حضرت اسامہ نے اس وقت روانگی مناسب نہ سمجھی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سانحۂ وفات سے ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، کمزور ایمان قبائل اور منافقوں نے یہ سمجھ کر کہ اب راستہ صاف ہے، فتنہ وسرکشی پر آمادہ ہوگئے، زکوٰۃ روک لینے کا اعلان، ارتداد کی لہر اور جھوٹے نبیوں کی فوج کشی کی خبروں نے مدینہ میں اولوالعزم صحابہ کرام کو تشویش اور خوف میں

مبتلا کردیا، مگر جاں نشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر عزم و استقلال، ہمت و شجاعت کا پہاڑ بن کر یکے بعد دیگرے مسائل کو سلجھانے کے لیے کمربستہ ہوگیا بلا تردد اعلان کیا کہ لشکر اسامہ روانہ ہوگا مدینہ میں ہلچل مچ گئی اور خوف و دہشت سے لرز اٹھا، اگر یہ لشکر جس میں اکابر صحابہ روانہ ہونے والے تھے، جنگ کے لئے روانہ ہوگیا تو کیا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بہادر اور حوصلہ مند نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لشکر کی روانگی کے لئے توقف کا مشورہ دیا، سنتے ہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا: "عمر! تم اس لشکر کو روکنے کے لیے کہہ رہے ہو جس کی روانگی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دے چکے تھے، خدا کی قسم! لشکر اسامہ روانہ ہوگا خواہ مدینہ منورہ میں میں تنہا رہ جاؤں اور بھیڑیئے آکر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں، عمر! تم جاہلیت میں تو بڑے شہ زور اور بہادر تھے اور اسلام میں بزدلی اور خوف کا مظاہرہ کررہے ہو!"۔

کیا دنیا کی تاریخ ان جیسے حالات میں عزم و بہادری اور ہمت و استقلال کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے۔

حضرت صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہوچکے ہیں ان کی فوجیں دنیا کی دو عظیم طاقتوں روم و فارس کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دینے کے لئے روانہ ہوچکی ہیں، بار حکومت ہے، گراں باری کا تصور ہے، جاہ وجلال اور عظمت حکمرانی کا خیال ہے، محلہ کی یتیم بچیاں اور کچھ بیوہ عورتیں مایوس ہوکر کہہ پڑتی ہیں:

"ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو خلیفہ ہوگئے اب ہماری بکریوں کا دودھ صبح صبح کون نکالے گا؟ دوسری صبح ان کی حیرت کی انتہا نہیں رہی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھوں میں دودھ کے برتن لئے ہوئے یتیم بچیوں اور بیوہ عورتوں کی کنڈی کھٹکھٹاتے ہیں!

یہ لیجئے ایک دوسرا عبرت انگیز اور بے مثال موقف، ملاحظہ ہو۔

"مدینہ منورہ کے ایک دور دراز محلے کے کونے میں ایک جھونپڑی کے اندر ایک بوڑھی اندھی بیوہ رہتی تھی، بے سہارا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ صبح سویرے آکر اس بوڑھی عورت کا کام کرجایا کرتے تھے کسی طرح حضرت عمر کو اس اندھی عورت کی تنہائی اور ضرورت کی خبر مل گئی، خدمت اور کار خیر کا بہترین اور سنہرا موقع تھا، صبح صبح پہونچ گئے، مگر دیکھتے کیا ہیں کہ اس عورت کی ضروریات پوری ہوچکی ہیں، حسرت وافسوس کے ساتھ واپس آگئے مگر اس کی جستجو ہوئی کہ آخر کون ہے جو ان سے پہلے پہونچ گیا ایک دن چھپ کر بیٹھ رہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوبکر آکر اس کا کام کررہے ہیں، خلافت اور اس کی ذمہ داریاں بھی آپ کو اس کام سے نہ روک سکیں ان کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار اٹھے:

"آپ ہی ہیں، میری جان کی قسم آپ ہی ہیں"۔

آخر میں تاریخ اسلام کے اس جیسے مثالی کردار کی ایک بے نظیر مثال اور بھی نظر نواز کرتے چلئے!

خلیفہ اول اپنے گزارے کے لئے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، خلافت کی دوسری صبح حسب معمول کپڑے کا گٹھر لئے ہوئے بازار کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی، پوچھا امیر المؤمنین! کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟

فرمایا: بازار!

انہوں نے کہا کہ خلافت کی ذمہ داری کے ساتھ یہ ممکن نہیں! واپس آئے اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کرکے وظیفہ مقرر کردیا ایک روایت کے مطابق وظیفہ کی رقم صرف ۲۰ درہم تھی، جو بمشکل گزارے کے لئے کافی تھی، بادل نخواستہ اس کو قبول کرتے تھے، وفات سے قبل اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی: میں نے دوران خلافت بیت المال سے جو رقم لی تھی اسے میری فلاں زمین فروخت کرکے اس سے حاصل شدہ رقم بیت المال میں جمع کردینا۔ احتیاط، تقویٰ اور احساس ذمہ داری کی یہ وہ اعلیٰ مثال ہے کہ تاریخ انسانی جس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(مولانا ڈاکٹر) محمد عبدالحی

رمضان المبارک کے انوار وانعامات

اللھم لک الحمد والشکر۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ آج ہم اور آپ پھر کچھ دیر کے لئے اللہ جل شانہ اور ان کے نبی الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لئے جمع ہو گئے ہیں جو ہمارے لئے انشاء اللہ بڑا سرمایۂ سعادت ہے۔

بہت سی باتیں جاننے کے پیچھے نہ پڑیئے بس جتنی بات معلوم ہے اس پر ہی عمل ہو جائے تو یہ بڑے کام کی بات ہے۔ ہماری عبادات و طاعات بھی کچھ رسمی صورت کی ہو کر رہ گئی ہیں اور اس بدحواس زندگی میں اور نفسانی وشہوانی ماحول میں ان کی حقیقت اور اہمیت جیسی ہونی چاہئے، ہمارے دلوں میں نہیں ہے۔ اس لئے پہلے تو اللہ پاک سے دعا کریں کہ یا اللہ! جب آپ نے توفیق دی ہے تو آپ ہی ان عبادات کی اہمیت، برکات وتجلیات اور ان کے ثمرات، فہم سلیم وتوفیق اعمالِ صالحہ اور حیاتِ طیبہ عطا فرمادیں۔

یہ شعبان کا آخری جمعہ ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ہفتے کے بعد ماہ مبارک رمضان شریف کا آغاز ہو رہا ہے۔ کاش ہم کو اپنے ایمان کی عظمت وقدر ومنزلت ہوتی تو اس ماہ مبارک کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ ہمارے ضعف ایمان اور ناکارہ اعمال کو ازسرِ نو قوی اور کامل ترین بنانے کے لئے رمضان المبارک کے چند گنتی کے دن عطا فرمائے ہیں۔ اس لئے ان ایام معدودہ کی قدر کرنا چاہئے۔ یوں تو اللہ جل شانہ نے ہماری دنیا وآخرت کے سرمائے کے لئے ہم کو چند فرائض وحقوق واجبہ کا مکلف بنایا ہے مگر اس ماہ مبارک میں چند نوافل ومستحبات کے اضافے کے ساتھ ہم کو زیادہ سے زیادہ حلاوت ایمانی اور اعمال کی پاکیزگی اور اپنے حصول رضا کا موقع عطا فرمایا ہے۔ اس کی قدر کرو اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ اور اس کے شروع ہونے سے پہلے اپنے ظاہری و باطنی اعضا کو خوب توبہ واستغفار سے پاک صاف کرلو۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب نبی بالرحمہ کی امت پر اس لئے یہ احسان وانعام فرمایا ہے کہ ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے فائز المرام ہونے پر خوش ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کا مصداق بنیں ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ اس لئے ہمارے ذمے بھی شرافتِ نفس کا تقاضا یہی ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ اور اپنے آقائے نامدار نبی الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے حتی الامکان کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں۔ اس لئے ہم اس وقت عہد کرلیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس ماہ مبارک کے تمام لمحات، شب و روز اسی احتیاط واہتمام میں گزاریں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ ہے۔ اس لئے ابھی چند روز باقی ہیں ہم ابھی سے اس کی تیاری شروع کردیں۔

احتیاط اس بات کی کہ تمام ظاہری و باطنی گناہوں سے بچیں گے اور اہتمام اس بات کا کہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کریں گے اور عبادات وطاعات میں مشغول رہیں گے۔ یوں تو سب دن اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، ہر وقت اور ہر آن انہیں کی مشیت کارفرما ہے اور ہماری تمام عبادات و طاعات انہیں کے لئے ہیں اور وہی ہم کو دنیا وآخرت میں اس کا صلہ مرحمت فرمائیں گے مگر نبی الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا لامتناہی احسان خصوصی یہ ہے کہ فرمایا، یہ مہینہ میرا ہے اور اس کا صلہ میں خود دوں گا۔ اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ جو صلہ اور اجر اس ماہ کے اعمال کا ہوگا وہ بے حد وبے حساب ہوگا۔ اور یہ بے حد حساب ہونا اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے علم میں ہے اس احسان شناسی کے جذبے کو قوی کرنے کے لئے توکل علی اللہ ہم کو بھی عزم بالجزم کرلینا چاہئے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم جو کچھ بھی کریں گے وہ اللہ رب العالمین ہی کریں گے۔ پھر دیکھئے کہ اس عزم کے صلے میں تائیدالٰہی کس طرح ہمارے شاملِ حال رہتی ہے انشاء اللہ ہم خود مشاہدہ کریں گے۔

تہیہ کر لیجئے کہ اب ایک پاکیزہ ومحتاط زندگی گزاریں گے۔ آنکھوں کا غلط انداز نہ ہونے پائے۔ ساعت میں فضول باتیں نہ آنے پائیں۔ بے کار باتوں میں مشغول نہ ہوں۔ اخبار بینی سے زیادہ شغف نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ تمام غیر ضروری تعلقات بھی کم کردیں۔ ایسی تقریبات میں شریک بھی نہ ہوں جہاں شریعت کے خلاف کام ہوں تو انشاء اللہ پاک وصاف رہیں گے اور یاد رکھو کہ ناپاکیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا کس قدر بڑا احسان ہے کہ اپنے گناہ گار غفلت زدہ بندوں کو پہلے ہی سے متنبہ کردیا کہ جیسے ہی رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہو تو اپنے عمر بھر کے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کروالو تاکہ تم کو اپنے حقیقی مربی سے صحیح و قوی تعلق پیدا ہو جائے اور اگر تم نے ہماری مغفرت واسعہ ورحمت کاملہ کی قدر نہ کی تو پھر تمہاری تباہی و بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی۔ اب اس اعلانِ رحمت پر کون ایسا بدنصیب بندہ ہے جو اس کے بعد محروم رہنا چاہے گا۔ اس لئے ہم سب لوگ یقیناً بڑے خوش نصیب ہیں کہ رمضان المبارک کا مہینہ اپنی زندگی میں پارہے ہیں اب تمام جذبات عبدیت کے ساتھ اور قوی ندامت کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں اور اس ماہِ مبارک کے تمام برکات وانوار وتجلیات الٰہیہ سے مالا مال ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی زیادہ سے زیادہ توفیق ہم سب کو عطا فرمائے۔ آمین۔

جی بھر کر، دو دن، تیں دن، چار پانچ دن اپنے تمام گناہ عمر بھر کے جتنے یاد اور تصور میں آسکیں اور جہاں جہاں نفس و شیطان سے مغلوب رہے ہو، چاہے وہ دل کا گناہ ہو، آنکھ کا، زبان کا یا کان کا، سب ندامت قلب کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں پیش کردو اور کہو کہ اب وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ یا اللہ! ہم کو معاف فرمادیجئے۔ یا اللہ! ہم سے غفلت و نادانی کی وجہ سے نفس وشیطان کی شرارت سے عمداً وسہواً جو بھی گناہ کبیرہ وصغیرہ صادر ہو چکے ہیں جو ہماری دنیا وآخرت کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں اور جن کی شامتِ اعمال کا خمیازہ ہم روز بھگت رہے ہیں، اپنی مغفرت کاملہ اور رحمتِ واسعہ سے سب معاف فرمادیجئے۔ ہم انتہائی ندامت قلب کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں منت وسماجت کے ساتھ دست بدعا اور سربسجدہ ہیں: ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین۔ ہر وہ بات جو قابلِ مواخذہ ہو معاف فرمادیجئے اور یا اللہ اب آپ جتنی زندگی آئندہ عطا فرمائیں وہ حیاتِ طیبہ ہو، اعمالِ صالحہ کے ساتھ ہو۔ یا اللہ ہمارے ایمان کو مضبوط اور قوی فرمادیجئے۔

انشاء اللہ تعالیٰ حسب وعدۂ الٰہی ہماری یہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اب خبردار! اپنی گزشتہ غفلتوں اور کوتاہیوں کو اہمیت نہ دینا، زیادہ تکرار نہ کرنا، مایوس و ناامید نہ ہونا۔ جب ان کا وعدہ ہے تو سب انشاء اللہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن ہاں، چند گناہ ایسے ہیں جن کی معافی مشکل ہے۔ مسلمان مشرک تو ہوتا نہیں لیکن کبھی کبھی یہ ممکن ہے کہ پریشان ہو کر عالم اسباب کی کسی قوت کو مؤثر سمجھ لیا ہو، دنیاوی وسائل و ذرائع کے سامنے اس طرح جھک گئے ہوں جس طرح ایک مومن کو جھکنا نہ چاہئے تو یا اللہ آپ یہ سب لغزشیں بھی معاف کردیجئے۔ بس اب مغفرت کا معاملہ ہو گیا اب ان کی رحمتِ واسعہ طلب کرو۔

اسی طرح ایک ناقابلِ معافی گناہ کبیرہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کھوٹ اور کینہ ہو۔ کینہ رکھنے والے کے متعلق حدیث میں ہے کہ ایسا شخص شب قدر کی تجلیات مغفرت اور قبولیت دعا سے محروم رہے گا۔ عالم تعلقات میں اپنے اہل وعیال، عزیز و

اقارب، دوست احباب، سب پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ ان میں کسی کی طرف سے دل میں کسی قسم کا کھوٹ، کینہ اور غصہ تو نہیں ہے۔ کسی کی حق تلفی تو نہیں ہوئی ہے، کسی کو ہماری ذات سے تکلیف تو نہیں پہنچی ہے۔ اللہ پاک اس وقت تک راضی نہیں ہوتے جب تک ان کی مخلوق ہم سے راضی نہیں ہوجاتی۔ دیکھو اگر تم اس معاملے میں حق بجانب اور دوسرا باطل پر ہے تو پھر جب تم اللہ پاک سے مغفرت چاہتے ہو تو اس کو معاف کردو اور اگر تمہاری زیادتی ہو تو اس سے جاکر معافی مانگ لو۔ اس میں کوئی شرم کی بات نہیں۔ اگر بالمشافہ ہمت نہ ہو تو ایک تحریر لکھ کر اس کے پاس بھیج دو کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ دلوں کو صاف رکھنا چاہئے، اس لئے ہم اور آپ بھی آپس میں دل صاف کرلیں اور ایک دوسرے کو معاف کردیں۔

اس کے بعد ان سے نہ بدخواہی کرو نہ دل میں انتقام لینے کا خیال کرو۔ اپنی بیوی بچوں پر بھی نظر ڈال لو کہ ان میں سے کوئی تم سے ناراض تو نہیں یعنی ان کے ساتھ کوئی بے جا تشدد یا زیادتی تو نہیں کی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ان سے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش اسلوبی سے ایسا برتاؤ کرو جس سے وہ خوش ہوجائیں۔ اسی طرح بھائی بہن، عزیز و اقارب غرض کسی سے کسی قسم کی بھی رنجش ہے تو تم ان کو معاف کردو اس لئے کہ تم بھی آخر اللہ میاں سے معافی چاہتے ہو۔

لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ لغو باتیں کرنے سے عبادت کا نور جاتا رہتا ہے۔ لغو باتیں کیا ہیں جیسے فضول قصے، کسی کا بے فائدہ ذکر، سیاسی امور پر بحث یا خاندان کی باتیں اگر شروع ہوجائیں تو اس میں غیبت ہونے کا امکان ضرور ہوتا ہے۔ پھر اخبار بینی یا کوئی اور بے کار مشغلہ۔ ان سب سے بچتے رہو۔

رمضان شریف میں دو عبادتیں سب سے بڑی ہیں: ایک تو کثرت سے نمازیں پڑھنا (اس میں تراویح کی نماز بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ تہجد کی چند رکعات ہوجاتی ہیں۔ پھر اشراق، چاشت اور اوابین کا خاص طور پر اہتمام ہونا چاہئے) دوسرے تلاوت کلام پاک کی کثرت جتنی بھی توفیق ہو۔

کلام اللہ پڑھنے سے کئی فائدے نصیب ہوجاتے ہیں۔ تین چار عبادتیں اس میں شریک ہوتی ہیں اور یہ بہت باعث برکت ہیں یعنی دل میں عقیدت، عظمت و محبت اور یہ خیال کرکے پڑھنے سے کہ اللہ پاک سے ہم کلامی کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔ یہ دل کی عبادت ہے، زبان تکلم کرتی ہے، یہ زبان عبادت ہے، کان سنتے ہیں اور آنکھیں کلام الٰہی کی عبارت کے نقوش کی زیارت کرتی ہیں تو ان تمام اعضا کو عبادات میں جداگانہ ثواب ملتا ہے۔ ان اعضا کا اس سے زیادہ اور کیا صحیح مصرف ہوسکتا ہے اور یہ سعادتیں ہے نہیں بلکہ ان میں تجلیاتِ الٰہی مضمر ہیں۔ نور حاصل ہوتا ہے اور نور کے معنی روشنی کے نہیں بلکہ طمانیتِ قلب ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب و رضا ہے۔

جب تلاوت سے تھکن ہونے لگے تو بند کردیں اور پھر چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کلمہ طیبہ کا ورد رکھیں۔ دس پندرہ بار لا الٰہ الا اللہ تو ایک بار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے رہیں۔ ان متبرک ایام میں اگر ذکر اللہ کی عادت ہوگئی تو پھر انشاء اللہ ہمیشہ اس میں آسانی ہوگی۔

اسی طرح درود شریف کی بھی کثرت رکھئے۔ درود ان محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی بدولت ہمیں یہ سب دین و دنیا کی نعمتیں مل رہی ہیں۔ استغفار جی بھر کر تو کرچکے پھر بھی جب یاد آجائے چند بار کرلیا کریں۔ ماضی کے پیچھے زیادہ نہ پڑیئے۔ اب مستقبل کو سوچئے۔ مستقبل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاعات و عبادات میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریئے۔ اس طرح ایک مومن روزہ دار کی ساری ساعتیں عبادت ہی میں گزرتی ہیں۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک۔

اگر تم کسی دفتر میں کام کرتے ہو تو تہیہ کرلو کہ تمہارے ہاتھ سے، زبان سے، قلم سے خدا کی مخلوق کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ کسی کو دھوکا نہ دو۔ کسی ناجائز غرض سے اس

کا کام نہ روکو۔ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو۔ روکے رکھو اپنے آپ کو۔ اگر تم تاجر ہو تو صداقت و امانت سے کام کرو۔ کسی قسم کے ایسے لالچ یا نفع سے کام نہ کرو، جس سے کسی کو نقصان پہنچے یا تمہارا معاملہ کسی کی ایذا کا سبب بن جائے۔

آنکھیں گناہوں کا سرچشمہ ہیں۔ ان کو نیچا رکھیں۔ بدنگاہی صرف کسی پر بری نگاہ ڈالنا ہی نہیں بلکہ کسی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، حسد کی نظر یا برائی کی نظر سے دیکھنا بھی آنکھوں کا گناہ ہے۔

روزہ داروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ بات بات پر غصہ آتا ہے، گھر کے اندر یا گھر کے باہر کہیں بھی ہو۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ روزہ تو بندگی و شکستگی پیدا کرتا ہے۔ عجز و نیاز پیدا کرتا ہے، پھر یہ روزے کا بہانہ لے کر بات بات پر غصہ اور لڑنا جھگڑنا کیسا؟ روزہ درماندگی کی چیز ہے۔ اس میں تواضع پیدا ہونی چاہئے کوئی خلاف مرضی بات کرے تو اس سے نرمی سے بات کرو۔ جھک جانا چاہئے۔ جھک جانے میں بڑی فضیلت ہے۔ تیس دن تک یہ کرلیجئے۔ اس میں نفس کا بڑا مجاہدہ ہوجاتا ہے جو تمام عمر کام آتا ہے۔ یہ عادت بڑی نعمت ہے جو ان دنوں میں آسانی سے ہاتھ آجاتی ہے۔

رمضان کی راتیں عبادتوں میں گزارنے سے دن میں بھی سچائی اور دیانت سے کام کی عادت ہوجاتی ہے۔

اس کا اہتمام کریں کہ مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کریں اور اگر توفیق اور فرصت مل جائے تو بڑے کام کی بات بتارہا ہوں۔ تجربے کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ نماز عصر کے بعد مسجد ہی میں بیٹھے رہیں اور اعتکاف کی نیت کرلیں، قرآن شریف پڑھیں، تسبیحات پڑھیں۔ غروب آفتاب سے پہلے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور کلمہ تمجید سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر پڑھتے رہیں اور قریب روزہ کھولنے کے خوب اللہ پاک سے مناجات کریں۔ اپنے حالات و معاملات پیش کریں۔ دنیا کی دعائیں مانگیں۔ آخرت کی مانگیں۔ فراغت قلب اور عافیت کاملہ کی دعائیں مانگیں۔

اکثر دیندار عورتیں اس بات کی شکایت کرتی ہیں کہ ان کو روزہ افطار کرنے سے قبل عصر اور مغرب کے درمیان تسبیحات پڑھنے یا دعائیں کرنے کا موقع نہیں ملتا، کیوں کہ یہ وقت ان کا باورچی خانے میں مصروف ہوجاتا ہے۔ کھانا تیار کرنے میں مشغول رہتی ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ وقت بھی عبادت میں گزرتا ہے۔ روزہ رکھتے ہوئے وہ کھانا تیار کرنے کی مشقت گوارا کرتی ہیں جس میں ثواب ہی ثواب ہے اور وہ جن عبادات میں مشغول ہونے کی تمنا کرتی ہیں یہ ان کی تمنا خود ایک نیک عمل ہے جس پر انشاء اللہ ثواب ملے گا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے غروب آفتاب سے آدھ گھنٹہ قبل انتظامات سے فارغ ہونے کا اہتمام کرلیں تو پھر ان کو بھی یک سوئی کے ساتھ رجوع الی اللہ ہونے کا موقع مل سکتا ہے اور اگر وقت نہ بھی ملے تو ثواب انشاء اللہ ضرور مل جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شریعت و سنت کے مطابق اپنی زندگی بنائیں۔ صرف نماز، روزہ ہی اللہ کے فرائض نہیں ہیں اور بھی فرائض ہیں مثلاً وضع قطع، لباس و پوشاک سب شریعت کے مطابق ہو۔ پردے کا خاص اہتمام ہو۔ بے پردہ باہر نہ نکلیں۔ ویسے بھی شریعت نے جن کو نامحرم بتایا ہے ان سے بے تکلف ملنا جلنا بھی گناہ ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ آپس میں جب ملیں بات چیت کریں تو فضول تذکرے نہ چھیڑیں۔ ایسے تذکرے میں عورتیں ضرور غیبت کے سخت گناہ میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ نام و نمود کے لئے کوئی بات نہ کریں۔ یہ بھی گناہ ہے۔ اگر ان باتوں کا اہتمام نہ کیا تو باقی اور عبادات سب بے وزن ہوجاتی ہیں اور اس سے مواخذے کا قوی اندیشہ ہے۔

اس ماہ مبارک میں ہر عمل نیک کا ستر گنا ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ جہاں اور عبادات وغیرہ ہیں وہاں اس ماہ مبارک میں صدقہ و خیرات خوب کرنا چاہئے۔ اپنی حیثیت کے مطابق جس قدر ممکن ہو یہ سعادت بھی حاصل کرلے۔ یہ بھی خوب سمجھ لیجئے کہ اس ماہ مبارک میں جس طرح نیک اعمال کا بے حد حساب واجر و ثواب

ہے اسی طرح ہر گناہ کا مواخذہ عذاب بھی بہت شدید ہے۔ عیاذاً باللہ۔

اپنے مرحوم اعزہ و آباء و اجداد اور احباب کے لئے ایصال ثواب کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے اور بہترین صدقہ ہے۔ میں اپنے ذوق اور قلبی تقاضے سے ایک بات کہتا ہوں جس کا جی چاہے عمل کرے یا نہ کرے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد الدین کے حقوق واجب فرمائے ہیں۔ انہوں نے پالا، پرورش کی، دعائیں کیں، راحت پہنچائی اور جب تک بالغ نہیں ہوئے تمہارے کفیل رہے اور جب تم بالغ ہوئے تو تم نے ان کی کیا خدمت کی ہوگی؟ تو دیکھو جتنا سرمایہ ہے اپنے زندگی بھر کے اعمالِ حسنہ کا اور طاعات نافلہ کا سب نذر کردو اپنے والدین کو۔ ان کا بہت بڑا حق ہے، کیونکہ والدین کو اللہ تعالیٰ نے مظہر ربوبیت بنایا ہے۔ اس عملِ خیر کا ثواب تمہیں بھی اتنا ہی ملے گا جتنا دے رہے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ، کیونکہ یہ تمہارا ایثار ہے اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ میں تو اپنی ساری عمر کی تمام عبادات و اطاعات نافلہ اور تمام اعمالِ خیر اپنے والدین کی روح پر بخش دیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اب بھی حق ادا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ واسعہ سے قبول فرمالیں۔ اپنی عبادات نافلہ کا ثواب احیاء و اموات دونوں کو منتقل کیا جاسکتا ہے۔

اس ماہ مبارک میں لیلۃ القدر ہے۔ لیلۃ القدر کیا چیز ہے۔ کلام پاک میں ہے کہ تم کیا جانو لیلۃ القدر کیا چیز ہے۔ ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے۔ کہاں پاؤ گے ہزار مہینے جہاں خیر ہی خیر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر انعام عظیم ہے اور انہیں کے خزانہ لامتناہی میں اس خیر کا سرمایہ ہے۔ رمضان شریف کے مہینے کا ہر دن تو شب قدر کے انتظار ہی میں ہے۔

ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی

اور اس انتظار میں اور اس کے اہتمام میں وہی ثواب ہر روز ملے گا جو شب قدر میں ہے۔ اگر شب قدر ۲۷؍رمضان کو ہے تو جو روزہ پہلے رکھا وہ شب قدر ہی کی جانب تو ایک قدم ہے۔ اسی طرح دوسرا روزہ رکھا۔ تیسرا روزہ رکھا۔ تو یہ سارے شب قدر سے قریب ہونے کا ذریعہ ہیں یا نہیں؟ جس طرح مسجد میں جانے پر ہر قدم پر ثواب ملتا ہے اسی طرح پہلے روزے سے شب قدر تک ہر لمحے پر انشاء اللہ ثواب ملے گا بشرطیکہ ہم اس کے حریص ہوں۔ اب ہم لوگوں کی ایک ایک رات شب قدر ہے اور اس کی قدر کرنی چاہئے۔

شب قدر کے متعلق یہ بات بھی ہے کہ اس کا وقت غروبِ آفتاب سے طلوع فجر تک رہتا ہے اس لئے اس کا ضرور اہتمام رکھنا چاہئے۔ جس قدر ممکن ہو نوافل و تسبیحات اور دعاؤں میں کچھ اضافہ ہی کردینا چاہئے ساری رات جاگنے کی بھی ضرورت نہیں۔ جس قدر تحمل ہو، بہت ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ مہینہ میرا ہے۔ تو یہ ایک ذریعہ ہے اپنے بندوں کو اپنانے کا۔ اب ہم لوگ بھی اس محبت کا حق ادا کریں اور یہ امید رکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا تعلق اللہ میاں سے قوی ہوجائے گا۔

یہ خلاصہ ہے رمضان شریف کے اعمال کا۔ لیکن یہ تو ذاتی طور پر تمہاری عبادات ہوئیں۔ اب دین کے مطالبات اور بھی ہیں۔ تمام مومنین مومنات، مسلمین مسلمات کے لئے دعا کرو۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر مسلمان روزانہ ستائیس دفعہ تمام مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرے تو اس کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں، ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے، رزق میں فراغت ہوتی ہے اور نہ جانے کتنی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

مطالباتِ ایمانیہ کچھ اور آگے جاتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو مسلمان اس زمانے میں زندقہ والحاد کی طرف جارہے ہیں ان کی ہدایت کے لئے بھی دعائیں مانگیں، اس لئے کہ یہ بھی تو امتیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں دین کی عظمت، ہدایت اور دین کا فہم عطا فرمائیں اور صحیح و قوی ایمان اور اسلام عطا فرمائیں۔ آمین۔

❖❖❖

محترم احسان الحق

وہ شخص ہم میں سے نہیں

۱۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا : ”مجھ سے کوئی تعلق نہیں حسد والے کا نہ چغل خور کا اور نہ کہانت (علم نجوم) والے کا اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔“

(مجمع الزوائد، ۸، ۱۷۳)

۲۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”جو اپنی مونچھ کو نہ لے وہ ہم میں سے نہیں۔“ (المعجم الاوسط، ۶، ۳۰)

فائدہ

بڑے مونچھ رکھنا چونکہ مشرکین کی خصلت و عادت بتلائی گئی ہے اور ہمیں ان کی مخالفت کرنے کا حکم ملا ہے کہ ان سے مشابہت نہ رکھو ان کے اطوار نہ اپناؤ اس لئے مذکورہ بالا حدیث میں بڑی مونچھ رکھنے کی ممانعت سخت الفاظ میں آئی ہے کہ غیر مسلم سے مشابہت بالکل نہ رہے مونچھ کو اتنا کم کرنا چاہئے تاکہ بالکل حلق کے قریب ہوجائے۔

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ”وہ شخص (کامل) مسلمانوں میں سے نہیں جس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ رہے“۔ (مجمع الزوائد: ۸/۳۱۰)

(۴) ”وہ شخص ہم سے نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے رزق کی وسعت دی ہو پھر وہ اپنے عیال پر تنگی کرے“۔

(کنز العمال: ۱۶/۳۷۲)

(۵) ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے (مسلمانوں کے) علاوہ کسی اور کی سنت اپنائے“۔ (کنز العمال: ۱/۲۱۹)

فائدہ

یعنی طریقۂ اسلام کو چھوڑ کر کسی اور طریقے کو جو اپنے عمل میں لائے گا اور طریقہ اسلام کو ترک کرے گا تو وہ شخص مسلمانوں کی جماعت سے نہ ہوگا۔

(۶) ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہم پر اسلحہ اٹھائے“۔

(مجمع الزوائد: ۷/۵۷۰)

(۷) حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے (مسلمانوں کے) علاوہ (اوروں) سے مشابہت رکھے، یہود سے مشابہت نہ رکھو اور نہ نصاریٰ سے، پس یقینی یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے“۔

(مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر ۴۶۴۹)

فائدہ

ہمارے معاشرے میں یہ بیماری زیادہ ہے اکثر لوگ ہاتھ اٹھا کر اشارۂ سلام کرتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر نزدیک سے سلام کرنا ہو تو ہاتھ اٹھانا درست نہیں بلکہ ”السلام علیکم“ کے الفاظ کہنا ضروری ہے، البتہ دور کے لئے ہاتھ اٹھانا درست ہے لیکن اشارے کے ساتھ سلام کے الفاظ ادا کرنا ضروری ہے ورنہ سلام ادا نہ ہوگا اور وعید کا مستحق ہوگا۔

(۸) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب کی طرف بلائے اور ہم میں سے وہ شخص بھی نہیں جو عصبیت پر قتل کی طرف بلائے اور ہم میں سے وہ بھی نہیں جو عصبیت پر مرے“۔

(مشکوۃ المصابیح حدیث ۴۹۰۷)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شخص ہم میں سے

نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح حدیث:۳۲۶۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں (بچوں) پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ جانے"۔

(مستدرک علی الصحیحین: ۱/۲۳۷)

(۱۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی قدر نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے عالم کو نہ پہچانے"۔

(مستدرک: ۱/۳۲۷)

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شخص کے پاس سے گزر ہوا جو غلے کو بیچ رہا تھا آپ ﷺ کو وہ (بہت) عمدہ معلوم ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ اس (غلے) میں ڈالا تو وہ گیلا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں"۔

(مستدرک: ۲/۳۰۰)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو امانت پر (جھوٹی) قسم کھائے اور ہم میں سے وہ بھی نہیں جو کسی مرد کی بیوی یا لونڈی کو (مرد کے خلاف) بھڑکائے"۔

(مستدرک: ۵/۴۲۴)

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوٹے (کسی کا مال وغیرہ) یا چھیننے کا اشارہ دے"۔

(مستدرک: ۲/۴۷۴)

(۱۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے اور ہمارے بڑوں کی قدر نہ کرے اور امر بالمعروف نہ کرے اور نہی عن المنکر نہ کرے"۔

(مشکوٰۃ حدیث: ۴۹۷)

(۱۶) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: "ہم میں سے وہ شخص نہیں جو بدشگونی کرے اور نہ وہ جس کے لئے کہانت کی جائے یا جادو کرے یا وہ جس کے لئے جادو کیا جائے"۔

(کنز العمال: ۱۰/۱۱۳)

(۱۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (بوقت مصیبت) (اپنے) رخسار پر مارے اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار سے پکارے"۔

(مشکوٰۃ حدیث: ۱۷۲۵)

(۱۸) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا یا رسول اللہ! ہمیں خصی ہونے (یعنی قوت مردانگی ختم کرنے) کی اجازت دیدیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم میں سے وہ شخص نہیں جو خصی کرے، یا خصی ہو جائے، بیشک میری امت کا خصی ہونا روزے رکھنا ہے"۔ (مشکوٰۃ حدیث ۷۲۴)

فائدہ

جب بیوی نہ ہو اور شہوت کا غلبہ ہو اور گناہ میں پڑنے کا خطرہ ہو تو شہوت کم کرنے کے لئے روزے رکھنا بتلایا گیا ہے تاکہ روزہ رکھ کر شہوت کم ہو سکے، اسلام نے قوت مردانگی ختم کرنے کی اجازت بالکل نہیں دی مذکورہ حدیث اس پر نص ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مذکورہ درخواست شادی نہ ہونے اور غلبۂ شہوت اور گناہ میں پڑنے کے خطرے سے کی تھی۔

(۱۹) "ہم میں سے وہ شخص نہیں جو (بوقت مصیبت) چیخے چلائے اور (مصیبت کی وجہ سے) بال مونڈے اور بدن کے کپڑے پھاڑے"۔

(عن ابی موسیٰ، کنز العمال: ۱۵/۶۱۰)

●●●

مولانا سلیم اللہ خاں

رمضان - ایک ماہ مبارک

اسلامی عبادات میں روزہ تیسرا رکن شمار کیا گیا ہے۔ عرب میں روزے کو صوم کہتے ہیں۔ صوم کے معنیٰ رکنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں صوم کے لئے صبر کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ ضبط نفس اور ثابت قدمی کے ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے مفہوم میں نفسانی خواہشات سے رکنا اور ہوا و ہوس کے موقع میں جہاں لغزش کا اندیشہ پایا جاتا ہے، اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا داخل ہے۔ چونکہ خواہشات اور نفسانی حرص کا محور عموماً خورد ونوش اور جنسی تعلقات ہی ہوتے ہیں اس لئے اسلام نے ایک مقررہ وقت کے روزے کے ذریعے انہی پر پابندی عائد کی ہے لیکن روزے کا مقصد حاصل کرنے کے لئے ظاہری خواہشات کے ساتھ باطنی خواہشات اور برائیوں سے دل اور زبان کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔

انسان کو مادی کثافت او رغلاظت سے پاک کرنے کے لئے تمام ہی مذاہب نے اس کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اس لئے کسی نہ کسی صورت میں روزہ ہر مذہب میں موجود رہا ہے۔ اسلام نے اس میں اعتدال کی پوری پوری رعایت کی ہے۔ زندگی کے لئے چوبیس گھنٹے میں چند گھنٹے مقرر کئے گئے ہیں۔ اس کو ہفتوں اور چلوں پر تو کیا محیط کیا جاتا چوبیس گھنٹے پر بھی نہیں پھیلایا گیا۔ بچوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔ کمزور اور بوڑھوں کو فدیے کی سہولت دی گئی۔ مسافروں، بیماروں، مخصوص دنوں میں، حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں عورتوں کو رعایت دی گی ہے کہ عذر کے ختم ہونے پر بعد میں وہ قضا کرلیں۔ شمسی سال کے بجائے قمری تاریخوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ چونکہ شمسی حساب میں نہ تو موسموں کا تغیر وتبدل ممکن ہے، نہ دن رات میں فرق ہو سکتا ہے۔ اگر کسی ملک میں وہ گرمی میں ہوں گے تو ہمیشہ گرمی ہی ہوگی اور اگر کہیں وہ سردی میں آئیں گے تو سدا سردی ہی ہوگی۔ یہی حال دن رات کے اوقات کا ہوگا۔ برخلاف قمری مہینوں کے ان کا موسم بھی بدلتا رہتا اور شب و روز کی مقدار میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح روزوں کا مہینہ رمضان المبارک ہر ملک میں ہر موسم میں آتا ہے اور سب کو اس کی سختی اور نرمی سے سابقہ پیش آتا ہے۔

قرآن کریم نے روزے کا مقصد واضح طور پر تقویٰ بتایا ہے۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے گناہوں سے واحشت اور نیکیوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ عموماً گناہ کا ارتکاب حیوانی جذبات کے افراط پر ہوتا ہے اور روزے میں کھانے پینے اور جنسی جذبات پر پابندی لگنے کی وجہ سے ان جذبات میں کمزوری اور کمی آتی ہے، اس لئے تقویٰ کی کیفیت خود بخود پیدا ہوتی ہے۔ پھر چونکہ رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے ہوتی ہے، دوسروں کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات بھی روزوں کے زیر اثر ترقی پاتے ہیں۔ روزے اور فاقے میں فرق کرنے کے لئے گناہوں سے خاص اہتمام کے ساتھ پرہیز کیا جاتا ہے۔ اس سے تقویٰ کے حصول کے لئے او زیادہ فضا سازگار ہو جاتی ہے۔

اگر رمضان کے اس مبارک مہینے میں نماز کے اہتمام کے ساتھ اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا بھی اچھی طرح اہتمام کیا جائے، ذکر وفکر یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد اللہ! اللہ! کے ساتھ، تسبیح فاطمی، استغفار، درود شریف کے ساتھ، تلاوت قرآن کریم اور اس کے

ساتھ موت و برزخ اور آخرت کے آنے والے حالات کے مراقبے کا اہتمام کیا جائے تو انتہائی مبارک قدم ہے۔

رمضان المبارک میں نوافل کا ثواب فرائض کے برابر اور فرائض کا ثواب ستر گناہوں زیادہ ہوتا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں۔ اگر اللہ کا کوئی بندہ اللہ کی رحمت کا بھکاری بن کر اور اس کی خوشنودی کو مقصد اصلی بنا کر اس مبارک مہینے کے مخصوص اعمال کو سلیقے اور قرینے سے ادا کرے گا تو پوری امید ہے کہ اس سے اس کی آئندہ زندگی ضرور سنورے گی اور وہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔

بہت سے چھوٹے چھوٹے نیک اعمال جن سے ہر کوئی واقف ہے، اتنے آسان ہوتے ہیں کہ ان کو ادا کرنا بالکل بھی مشکل نہیں ہوتا۔ عام حالات میں آدمی ادھر التفاف نہیں کرتا لیکن روحانیت سے لبریز اس زمانے میں اگر ان کی طرف توجہ کی جائے تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے ان پر قائم رہنے کی توفیق مرحمت فرمادے۔

اسی طرح کئی گناہ جن سے سوائے نقصان کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور وہ سراسر بے مقصد ہوتے ہیں۔ اس خیر وبرکت کے زمانے میں ان سے بچنے کی بھی ہمت کی جاسکتی ہے۔ بدنظری یعنی اجنبی عورتوں کو تکنا، دوسروں کی عیب جوئی میں لگے رہنا، گانے باجے سننا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور ان کا دل دکھانا جب کہ وہ کسی خلاف شریعت بات کے لئے نہ کہتے ہوں، چغل خوری اور دھوکا دہی وغیرہ وہ گناہ ہیں کہ ان کا نقصان ہر ایک پر ظاہر ہے۔ اگر روزے میں تقویٰ کی صفت حاصل کرنے کے لئے خاص طور پر ان سے بچنے کا اہتمام کیا جائے تو کوئی مشکل بات تو نہیں۔

اسی طرح اکل حلال کا انتظام بھی بہ طور خاص اس مقصد میں کیمیا کا اثر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے زندگی میں ایک مرتبہ پھر یہ سنہرا موقع ہم کو عنایت فرمایا ہے۔ ممکن ہے یہ رمضان ہماری زندگی کا آخری رمضان ہو۔ اے کاش! ہم اس کی قدر کرنے والے بن جائیں اور اس کے آداب کی بجا آوری کے ساتھ ہم اس کو تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین۔

❖❖❖

غلو و بے اعتدالی خطرناک

سب سے مشکل چیز اعتدال ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں اعتدال بدرجۂ اتم ہوتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ پچاس برس کے بعد اللہ کے کچھ بندے پیدا ہوں اور اللہ کے ساتھ ان کا تعلق ہو اور دعوت کے طریقے میں زمانے کی ضرورت اور تقاضے کے لحاظ سے تبدیلیاں کریں۔ اس وقت اگر ایک جامد طبقہ اس کی مخالفت محض اس بنا پر کرے کہ ہمارے بزرگ ایسا کرتے تھے تو اس کا رویہ غلط ہوگا، اس کا اصرار ہٹ دھرمی ہوگا۔ کبھی کبھی ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقہ کار اور یہی طرز دین کی خدمت اور احیا کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لئے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے جب تک اس مخصوص طریقے پر کام نہ ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ ساری جدوجہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا۔ یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے۔ اسی طرز فکر کے نتیجے میں مختلف مذاہب اور فرقے امت میں پیدا ہوئے اصل حقیقت صرف اتنی ہے کہ اب تک غور اور تجربوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم نے اس کو مفید پایا ہے پس جب تک یہ چیزیں فائدہ مند معلوم ہوتی ہیں ہمیں اس وقت تک ان کو جاری رکھنا چاہئے لیکن اگر کوئی خاص طریقہ ایک رسم بن جائے تو یہ ایک مذہب بن جائے گا اور ایک بدعت قائم ہوجائے گی اور اس وقت کے ربانی مصلحین کا فرض ہوگا کہ اس کی اصلاح کے لئے جدوجہد کریں اور ان رسومات کو مٹائیں، بہت سی چیزیں صحیح مقاصد اور دینی مصلحتوں سے شروع ہوتی ہیں لیکن آگے چل کر غلط صورت اختیار کرلیتی ہیں ایسے موقع پر حقیقت و رسم، سنت و بدعت، فرض و مباح میں تمیز کرنا تفقہ فی الدین ہے۔ اور کہنے والے نے کہا ہے۔

گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی

معاشرے کی اصلاح میں عورت کا حصہ

زینت النساء نیپالی

عورت ایک مقدس ہستی ہے کہ جس کی معاشرے میں اہمیت سے نہ انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے وجود سے معاشرہ کے صلاح وفساد کو جدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا وجود ہے جو گر پیار و محبت کا منبع ہے تو فساد و بگاڑ کا حامل بھی۔ تاریخ انسانی اس بات سے بھری ہے کہ اگر یہ عورت کسی بات پر ڈٹ گئی تو دنیا کی طاقت وقوت اس کے پائے ثبات میں لغزش نہ لاسکی۔ اس نے اگر کسی فرد یا معاشرہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تو تاریخ ساز کامیابی ضرور حاصل کی، لیکن یہی عورت اپنے منفی پہلو پر اتر آئے تو شیطان کا مؤثر ترین ہتھیار ہے جس کے ذریعہ صالح ترین معاشرہ بھی ہلاکت سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب عقل و دانش نے ہمیشہ عورتوں کی اصلاح پر زور دیا ہے تاکہ ان کے وجود سے خیر ہی خیر ہو ان کی اصلاح سے معاشرے کی اصلاح ہو اور اگر ان کی اصلاح نہ ہوتی تو صالح معاشرہ کا وجود محض ایک خواب ہے جس کی حقیقی تعبیر خود ایک خواب ہے۔

انسانیت کی سب سے پہلی درس گاہ انسان کا اپنا گھر ہوتا ہے اور اسی بنیادی عقیدے کی سربراہ اس کی ماں ہوتی ہے، گھر کا یہ ادارہ عورت کے بغیر صحیح خطوط (لائن) پر نہیں چل سکتا، کیونکہ مرد اس ادارہ کی انتظام کی صلاحیت سے محروم ہے وہ حکومت، سیاست، معیشت، زراعت وغیرہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ بچوں کی پرورش اور ان کی ابتدائی دیکھ بھال کے لئے یہ ذمہ داری تو عورت کے سپرد ہے۔

عورت نے ہمیشہ صالح معاشرہ کی اینٹ رکھی ہے اس کا کردار نہایت اہم رہا ہے، اور صرف یہی نہیں کہ اس نے پوری توجہات بچہ کی پرورش اور نگہداشت پر صرف کی بلکہ اس نے دوسرے علوم میں بھی کمال پیدا کیا تاکہ جو غذا وہ بچوں کو اپنے دودھ کے ذریعہ دے اس میں سے علم و معرفت بھی چھن چھن کے بچہ کے پیٹ میں پہونچے اور وہ جسمانی توانائی کے ساتھ روحانی قوت بھی حاصل کرے۔ قرن اولی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اس دور کی خواتین نے علم و فضل، وعظ و نصیحت اور مسائل و معارف کے ساتھ ساتھ میدان حرب وضرب میں بھی وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ بڑے بڑے سورماؤں کے دانت کھٹے کردیئے تھے۔ لیکن ذرا سوچئے کہ آج ایسی خواتین کیوں نہیں پیدا ہوتیں؟ کیوں اس ماحول میں پرورش پانے والی نسلیں اخلاقیات اور روحانیات سے دور ہوتی چلی گئیں اور اس کا لازمی نتیجہ نکل رہا ہے کہ ہماری نسلیں اخلاقی اور معاشرتی تنزل کا شاہکار بنتی جارہی ہیں اور اس طرح ایک زبردست اخلاقی خلا پیدا ہوتا جارہا ہے جس میں معاشرہ انسانیت سے دور ہورہا ہے اور کسی کو اس بابت فکر نہیں ہے۔

معاشرہ کی اصلاح میں عورت کا کردار ضروری ہے لیکن ان کی عورتیں جو کبھی بچی ہوا کرتی ہیں اگر ان کی صحیح اور دینی تربیت نہیں ہوتی تو وہ کوئی مؤثر کردار نہیں ادا کرپاتی، پہلے ان کی صحیح تربیت ضروری ہے اور یہ کام والدین کا ہے اور یہ ان کا بنیادی حق ہے۔ میں آپ کی توجہ اس فرمان الٰہی کی طرف مبذول کرانا چاہتی ہوں جس میں فرمایا گیا "لاتقتلوا أولادكم خشية املاق" (اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل نہ کرو) یہاں پر قتل نہ کرنے سے مراد صرف یہی نہیں کہ انہیں ذبح نہ کرو۔ زندہ درگور نہ کرو بلکہ انہیں علم و تربیت سے محروم رکھنا اور ان کو سامان نشو و نما بہم نہ پہنچانا بھی قتل کے مفہوم میں شامل ہے، اولاد کے تعلق سے والدین پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ ان

کی حیات کی تکمیل اور نشو ونما کی ترقی کے وہ تمام ذرائع مہیا کریں جوان سے بن پڑے اور بالقصد کسی بھی انداز سے ان کے نقش زندگی کو مٹانے کا سبب نہ بنیں۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انسان کی پہلی درس گاہ جو کہ ماں کی گود ہے وہ اپنے بچوں کی صحیح اور دینی تربیت کرنے سے عاجز ہیں، اس کی فکر نہیں کہ ان کا بچہ بڑا ہو کر انسانیت کی مسیحائی کرے۔ کیا آج کی مائیں سنگ دل ہو گئیں؟ اور ان کے دلوں سے اولاد کی محبت بالکل نکل گئی ہے؟ جی نہیں ہرگز ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ عورت کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے جو اس بات کی ضامن بن سکے کہ وہ اپنی نسلوں کی تربیت صحیح خطوط پر کر سکتی ہے۔ عورت ماں ہے، بیوی ہے، بیٹی ہے، بہن ہے ماں کی گود ہی بچہ کی پہلی تربیت گاہ ہے وہ ماضی کی امین ہے اور مستقبل کا ضامن ہے۔ لیکن ان تمام صفات حسنہ کے باوجود عورت نہایت مظلوم اور پست اور حقیر نظر آتی ہے وہ ایک مقدس ہستی ہے مگر انسانی معاشرہ میں زبوں حالی کا شکار ہے، عشرت پسند، دولت پرست، نفس کے غلام اور دیگر لعنتی کرداروں نے عورت کو عورت نہیں بلکہ کٹھ پتلی بنا رکھا ہے، اور اس کے تقدس کو پامال کرتے آرہے ہیں اس سارے بگاڑ کا اولین سبب معاشرہ کا یہ نظام (System) ہے جس کی بنیادیں مخدوش ہو چکی ہیں ایک ایسا نظام رائج ہے جہاں عورت کو محض استعمال کیا جارہا ہے کبھی ہوس کیلئے تو کبھی دوسری ضروریات کیلئے، اور اس پر طرفہ یہ کہ اس انسانیت سوز کاموں کو "آزادئ نسواں" سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کے برے اثرات معاشرہ پر اس طور پر پڑ رہے ہیں کہ معاشرتی جرائم روز بروز بڑھتے چلے جارہے ہیں اور ہمارے نوجوان بری طرح ان کا شکار ہو رہے ہیں۔ وہ عورت کو سبز باغ دکھاتے ہیں اور اخلاق کا جنازہ اٹھاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ انسانی معاشرہ نظریاتی طور پر مفلوج نظر آتا ہے انسانی جسم اور روح کی نشو ونما کیلئے پاکیزہ غذا ضروری ہے جس کا منبع عورت کی ذات سے پھوٹتا ہے۔

آج دنیا میں جو ہر طرف دل کشی نظر آتی ہے اس میں مختلف رنگ بھرنے والی عورت ہی ہے۔ کیونکہ معاشرہ کی تمام تر اچھائیوں اور برائیوں کا انحصار عورتوں ہی کے اوپر ہے۔ جو اگر پاکدامن، صالح، متقی و پرہیزگار اور باعصمت ہوگی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کے کسی بھی معاشرے میں برائیاں پیدا ہوں۔ آقاء دوعالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں خوبصورت ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ خوبصورت، متقی و پرہیزگار عورت کی ذات ہے"

وجود زن سے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

عورت کے وجود سے کائنات میں رنگ اسی وقت تک جگمگاتے رہیں گے جب تک کہ معاشرہ میں اسے صحیح مقام حاصل ہے اور جب تک عورت کا وجود اس کائنات کے کردار سے فلاح پاتا ہے اگر عورت صحیح خطوط پر نہیں ہے تو معاشرے کے اندر فساد کا آنا یقینی ہے۔ آج اصلاح معاشرہ کی بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں آئے دن تنظیمیں اور کمیٹیاں بنتی ہیں اور پھر کچھ لوگوں کی تقریریں ہو جاتی ہیں دو چار بیانات جاری کردئے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ معاشرہ کی اصلاح کا کام ہو چکا۔ یہ نہ صرف غلط ذہنیت ہے بلکہ معاشرہ کے ساتھ ایک مذاق ہے، اور یہ کوششیں نقش بر آب۔

اصلاح معاشرہ کی کوئی بھی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک عورت کے حقوق ادا نہ کئے جائیں اس کو دنیا کے جنجال سے نکال کر اس کے اصلی مقام تک نہ پہونچایا گیا، کیونکہ یہی معاشرہ کی بنیاد ہے اور اس کی ترقی وصلاح کی ضامن ہے جس کو آج گھروں سے نکال کر بازاروں کی زینت بنایا گیا ہے۔ اور یہ طے شدہ امر ہے کہ اگر عورت کو اس کے حقوق مل جائیں گے جو شریعت اسلامیہ نے طے کئے ہیں تو اصلاح معاشرہ کی کسی بھی کوشش کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ پورا کا پورا نظام خود بخود سنور جائے گا اور ترقی کے راستے پر خود لگ جائے گا۔

محترم یعقوب سروش

جب اللہ کی مدد آگئی

اسپٹنک اور لونک میں بیٹھ کر چاند پر کمندیں ڈالنے کی کوشش میں کوئی کاسموناٹ زمین کا طواف کر کے آتا ہے تو یہ غلغلہ ہوتا ہے کہ عروجِ آدم خاکی کے انسانوں کی گونج کہکشاں اور ثریا تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن یہ بڑی ہی تلخ حقیقت ہے کہ تہذیب و شائستگی اور علوم وفنون کے اس جگمگاتے ہوئے دور میں آدمی کی بربریت اور درندگی، ہلاکت اور بربادی کے نئے نئے باب کھولتی جارہی ہے۔ ٹوکیو سے لے کر نیویارک تک، چین اور ماسکو سے دہلی اور کولمبو تک، امن عالم، آزادی اور مساوات انسانی کے اصولوں کا ایک چرچا ہے، مگر امن کے زمانے میں نسلی امتیازات مذہب، زبان اور سیاسی نظریوں کے نام پر ہونے والے فسادات خونِ آدم کی ارزانی کا سبب بنتے ہیں اور ایٹمی ہتھیاروں کے بل پر لڑی جانے والی جنگ انسانیت کی ہمہ گیر تباہی کا پیغام لاتی ہے!!

لیکن تاریخ کو "لاتثریب علیکم الیوم" کا مسرت افزا اعلان آج تک یاد ہے، دشمنوں کی پوری ٹولی سامنے موجود ہے۔ فاتحین کا ایک ایک فرد ماضی کی صعوبتوں کا بدلہ چکانے کے لئے تلوار سونت کر کھڑا ہے۔ لیکن نہیں۔ مجاہدین اسلام کی تلواریں انتقام لینے کے لئے نہیں چمکتی ہیں۔ اسلام کا سپاہی بے لوث ہوتا ہے۔ جہاد کا مقصود نہ مال غنیمت ہوتا ہے اور نہ کشور کشائی۔ وہ تو رضائے الٰہی کا طلب گار ہوتا ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ اس کا آئیڈیل ہوتا ہے اور جب حق کا نام سربلند ہو جاتا ہے اور باطل کے علمبردار سرنگوں ہو جاتے ہیں تو کوئی تلوار نہیں چمک سکتی۔ خون کا قطرہ نہیں بہہ سکتا۔ پھر پہلے کا ازلی دشمن جان سے زیادہ عزیز بھائی بن جاتا ہے۔ غلبہ اور قوت کے وقت نرم اور عاجزانہ سلوک، کمزوری کی حالت میں استقلال اور بہادری مرد مومن کے کردار کا اعلیٰ ترین جوہر ہے۔

۱۰ رمضان المبارک سنہ ۸ ہجری کی بات ہے اسلامی لشکر کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مرالظہر ان میں مکے کی دیواروں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بار ہزار سربکف سر سے پاؤں تک جیسے فولادی زرہ میں ڈوبے ہوئے تھے اللہ اکبر کے نعروں سے آس پاس کی پہاڑیاں گونج رہی تھیں آگے آگے غفار کا پرچم فتح و نصرت کا اعلان کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر جہینہ، ہذیم، سلیم اور دوسرے قبیلوں کے پھریرے ...... لہرا رہے تھے۔ فوج کے دائیں بازو کی کمان۔ حضرت خالدؓ کر رہے تھے جو زیریں مکہ کی راہ سے شہر کی طرف چل رہے تھے بائیں بازو کے کمانڈر حضرت زبیر بن العوامؓ تھے۔ درمیانی حصے کے سربراہ حضرت عبیدہ بن الجراحؓ تھے لشکر کے اسی حصے میں کوکبۂ نبوی ﷺ تھا۔ حضور ﷺ فولادی خود سے لیس تھے لیکن امتیازی علامت کے طور پر آپ نے ایک سرخ چادر اوڑھ رکھی تھی۔

قریب کی ایک پہاڑی سے عباسؓ بن عبدالمطلب کی معیت میں ابوسفیان نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط اور متحد جماعت کو دیکھا تو جیسے ان کے سارے بدن پر ایک کپکپی سی طاری ہوگئی۔ وہ چلا اٹھے۔ "افوہ! کتنی زبردست ہے محمد ﷺ کی یہ سلطنت" حضرت عباسؓ نے فوراً ٹوکتے ہوئے کہا۔ "نہیں ابوسفیان یہ سلطنت نہیں، نبوت ہے۔"

ایک سردار فوج سعد بن عبادہ کی نظر اچانک ابوسفیانؓ پر پڑی۔ وہ گرج کر بولے۔ "آج گھمسان کا رن ہے۔ آج

کعبہ حلال کر دیا گیا۔'' لیکن جب اس جذباتی نعرے کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ ﷺ نے سعدؓ کے ہاتھ سے فوج کا علم لے کر ان کے بیٹے کو دیتے ہوئے کہا۔ ''نہیں آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔''

آج کعبے کی عظمت اسے قیامت تک کے لئے واپس مل رہی تھی۔ یہی وہ معظم اور مبارک گھر تھا جسے صحرائے عرب کے غیر آباد علاقے میں ابراہیم اور اسمٰعیل علیہم السلام نے باہم مل کر پتھر اور گارے سے تعمیر کیا تھا تو خالق کائنات نے اعلان کیا ''میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام ورکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔ اور لوگوں کو حج کے لئے اذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں'' اور پھر ابراہیمؑ نے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک کی صدا بلند کی تو وہ آواز پہاڑوں کا جگر چیرتی ہوئی، سمندروں کا سینہ چھیدتی ہوئی ساری دنیا میں مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک اور زمین سے آسمان تک پھیل گئی۔

شہر میں حضور پر نور ﷺ کا ورود مسعود ہوا۔ آپ نے فولادی خود اتار کر عمامہ اوڑھ لیا۔ بلند آواز سے ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' کی آیات دہرا دہرا کر تلاوت کرتے جا رہے تھے۔ اللہ کی جناب میں آپ کی خاکساری اور خشوع کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر اس قدر جھکے ہوئے تھے کہ آپ کا چہرہ بار بار اونٹنی کی پیٹھ سے لگ جاتا تھا۔

اسلام کا غلبہ ہو چکا تھا۔ آپ نے خون کی ندیاں بہانے کا حکم نہیں دیا بلکہ امن عامہ کا تاریخی اعلان کیا۔ ''جو اپنے گھر میں بیٹھ رہے، اسے امان ہے، جو ہتھیار ڈال دے اسے امان ہے۔ جو حرم کعبہ میں چلا جائے اسے امان ہے اور جو سردار شہر ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے بھی امان ہے۔''

حق آ گیا تھا باطل کا جادو مٹ رہا تھا۔ خانہ کعبہ کی دیواروں پر ابراہیم، اسمٰعیل اور عیسیٰ علیہم السلام کی خیالی تصویریں اتری ہوئی تھیں۔ در کعبہ پر یاقوت احمر سے بنا ہوا ایک بہت ہی بڑا بت ہبل نصب تھا۔ اس کی میخیں زمین کے اندر دور دور تک دھنسی ہوئی تھیں۔ یہ سارے خداؤں کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ احد کی لڑائی میں ابوسفیان نے اسی کے نام کا نعرہ مارا تھا۔ اس کے سامنے ''لا'' اور ''نعم'' لکھے ہوئے سات تیر ہوتے جس کے ذریعے مشرکین عرب فال نکالا کرتے۔ آج وارث خلیل ان پرانے خداؤں کی فرماں روائی پر کاری ضرب لگانے کے لئے آ گیا تھا۔

''جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا'' حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے کی ہی چیز تھی۔ ساری فضا میں یہ آیت گونج رہی تھی۔ طواف کرتے ہوئے نبی ﷺ نے بہ نفس نفیس ایک ایک بت کو چھڑی کی نوک سے دھکا دے کر لڑھکانا شروع کیا اور حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے مقدس کندھوں پر چڑھ کر بتوں کے سردار ہبل کو اکھاڑ کر زمین پر پٹک دیا۔

''لا الٰہ الا اللہ'' در کعبہ پر کھڑے ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کو کامیاب بنایا اور تمام جماعتوں کو شکست دے دی۔ سارے مفاخر، سارے خون کے بدلے، اور سارے خون بہا آج پامال کئے جاتے ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے''

آزادی مساوات اور امن عامہ کے اعلان کو سننے کے لئے لوگوں کے پرے کے پرے لگ گئے تھے۔ بتوں کے پرستار، نفس کے بندے اور طاغوت کے غلام اپنی سانس روکے حیرت واستعجاب کے عالم میں ڈوبے ہوئے انسانیت کے درد کا مداوا کرنے والے کے دل نشین الفاظ سن رہے تھے۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے'' رسول اللہ ﷺ کہتے جا رہے تھے۔ ''اے افراد نسل انسانی! میں نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔ تمہارے قبیلے اور خاندان

بنائے تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ خدا کے نزدیک باعزت اور شریف وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔''

اسلام اور داعی اسلام کے دشمن سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے۔ ان میں وہ لوگ تھے جنہوں نے کہا تھا کہ بتوں کی بددعا کی وجہ سے پیغمبر اسلام کو مالی خولیا کے دورے پڑتے ہیں۔ جنہوں نے آپ کو جادوگر، کاہن اور شاعر کہا تھا جنہوں نے عین نماز کی حالت میں آپ پر غلاظت ڈالی تھی۔ اور جنہوں نے محسن انسانیت کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے تھے۔ آج ان سب کی زبانوں پر تالا لگ چکا تھا۔

''جانتے ہو!'' طلسم سکوت کو پاش پاش کرتی ہوئی رحمۃ للعلمین ﷺ کی آواز بلند ہوئی۔ ''میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟'' اہل مکہ کے سامنے نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کا نقشہ کھنچ گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے رحیم وکریم ہونے پر ان کو پورا پورا یقین تھا۔ وہ یک آواز بول اٹھے ''تو شریف بھائی ہے اور شریف بھائی کا بیٹا ہے۔'' حضور رسالت مآب کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''جاؤ۔ تم پر آج کوئی ملامت نہیں۔ تم سب کے سب آزاد ہو۔''

عفو وکرم کا دریا جوش میں آ گیا تھا۔ سب کے چہرے مسرت وانبساط سے کھل اٹھے اور لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

دو ہفتے بیت گئے!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے ہمراہ مدینہ واپس ہو رہے تھے۔

''عتاب بن اسید!'' رسول اللہ کی آواز بلند ہوئی۔

عتاب بن اسید عام معافی کے اعلان کے بعد ہی تازہ تازہ مسلمان ہوا تھا۔ اور جب حضرت بلالؓ کی اذان بام کعبہ سے بلند ہو کر وسعت افلاک میں پھیل گئی تھی تو عتاب کی حمیت جاہلیت کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ وہ بے ساختہ بولا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے باپ کی لاج رکھ لی۔ کیوں کہ وہ اس کالے کلوٹے حبشی غلام کی آواز سننے سے پہلے ہی مر گیا۔''

عتاب کو رسول اللہ ﷺ نے جوں ہی پکارا وہ گھبرایا کہ کہیں میرے نازیبا خیالات اور بلالی اذان پر کئے گئے ریمارک پر احتساب تو نہیں کیا جانے والا ہے۔ وہ جھجکتے ہوئے آگے بڑھا۔

''عتاب بن اسید!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے۔ ''میں تمہیں مکہ کی گورنری کے عہدے پر مامور کرتا ہوں۔''

احتساب وسزا کے بجائے انعام پاکر عتاب بن اسید ہکا بکا رہ گیا!!

●●●

بقیہ.........غفلت - ام الامراض

یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنی کہ مخلوق کی سانسیں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں صرف ایک دروازہ کھلا ہے اور وہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا دروازہ ہے۔ یعنی جو آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے گا وہی خدا تک پہنچے گا اور اسی کو حیات طیبہ نصیب ہوگی۔

اتباع سید کونین ہر ہر بات میں
ہے اسی پر زندگی والوں کے جینے کا مدار

پس اگر ہم علم اس لئے حاصل کریں کہ اللہ اور رسول کی مرضی معلوم کر کے اس کا اتباع کریں تو اس اعتبار سے علم کا بہت بڑا مقام ہے اور ایسے ہی عالم کی اس آیت میں مدح کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ • جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر نہیں، یعنی عالم وجاہل میں بڑا فرق ہے۔ عالم کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس کے اندر خوف وخشیت ہو، روز قیامت اور وہاں کی پیشی سے ڈرتا اور لرزتا ہو۔ جس کو جتنا زیادہ علم ہوگا اسی قدر اس کے اندر خوف وخشیت کا ظہور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔''

●●●

محترم عبدالسبحان شجاع آبادی

غیبت کی حقیقت اور اس کی مذمت

غیبت اگرچہ عربی لفظ ہے لیکن ہر خاص وعام اس کا مفہوم سمجھتا اور روزمرہ کی گفتگو میں اسے استعمال کرتا ہے۔ لطف یہ کہ اسے کوئی بھی فردِ انسانی اچھا نہیں سمجھتا۔ غیبت سے قرآن حکیم نے بھی بہت سختی سے منع کیا ہے۔ ایک مقام پر اس کی مذمت تمثیل کے ذریعے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"(اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے) کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اس کو ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔" (الحجرات)

شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ نے اس آیت متعلق عجیب نکات لکھے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) آیت مبارکہ میں غیبت کرنے کو مردار بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جو شخص پیٹھ پیچھے اپنے مسلم بھائی کی عزت کو داغ دار کرتا ہے اسے یوں سمجھئے کہ جیسے کسی کے بھائی کی روح موت کے سبب نکل چکی ہو اور وہ کاٹ کاٹ کر اس کا گوشت کھاتا ہو۔

(۲) جس کی کسی مجلس میں غیبت کی جارہی ہے چوں کہ غیر موجودگی کی وجہ سے وہ اپنا دفاع نہیں کرسکتا، اس لئے اسے ایسا ہی سمجھو کہ جیسے کوئی مردے کا گوشت کاٹے اور وہ اپنا دفاع نہ کرسکے۔

(۳) اخوت کا تقاضا تو بھائی چارہ اور ہر طرح کی غم خوائی وہمدردی کا مظاہرہ تھا، لیکن غیبت کرنے والے نے برائی، عیب جوئی، طعن وتشنیع کے ذریعے اس کے برعکس کیا۔ گویا بھائی کے ذمے ہر طرح کی حفاظت وصیانت تھی مگر اسی نے اس کا گوشت کاٹ کر اپنے احساس ذمے داری کو ختم کرتے ہوئے اس کے خلاف عملی ثبوت پیش کیا۔

(۴) غیبت کرنے والا برائی وعیب جوئی کرکے اپنے خیال میں بہت ہی لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے جیسے کوئی مردہ بھائی کا گوشت کاٹ کر کھانے سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

(۵) غیبت کرنے والا چوں کہ اس کے ذریعے لطف اندوز ہوتا ہے، اس لئے کوئی اگر صرف غیبت کرتا ہے تو یوں سمجھئے کہ مردار کے گوشت کھانے میں لطف حاصل کرتا ہے۔

الحاصل خدا نے ایک معقول شے کو محسوس سے تشبیہ دے کر یہ سمجھا دیا کہ جس طرح مردار گوشت سے ہر ایک کو شدید نفرت ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ غیبت سے نفرت ہونی چاہئے اسی لئے عقل، فطرت اور حکمت کا تقاضا ہے کہ مردار کے گوشت کھانے سے بھی زیادہ نفرت غیبت سے ہونی چاہئے۔ (تفسیر ابن قیم ص۴۴۲)

ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنویؒ نے بھی حرمتِ غیبت کی دو عجیب وجوہ لکھی ہیں:

(۱) جس طرح کسی کا گوشت کھانے سے اس کی نہایت تذلیل ہوتی ہے اسی طرح غیبت میں بھی اس کی نہایت عزت ریزی ہوتی ہے لہٰذا جب کسی نے غیبت کی او اس کو اتنا ذلیل کیا گویا اس کا گوشت کھایا۔

(۲) جس طرح آدمی کا مردار گوشت کھانا طبیعت کے بہت ہی خلاف معلوم ہوتا ہے اور ہر شخص اس سے پرہیز کرتا ہے، اسی طرح غیبت بھی بری چیز ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو لازم ہے کہ غیبت سے اپنی

زبان بند کرے اور اپنے نفس کو روکے۔ (زجر الشان ص۲۷)

آنحضرت ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں غیبت سے منع فرمایا ہے۔

"غیبت گناہ میں زنا سے بڑھ کر ہے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا میں فقط رحمٰن کی مخالفت اور شیطان کی متابعت ہوتی ہے اور غیبت میں دو امر ہیں: ایک اللہ کی مخالفت، دوسرے جس کی غیبت کی ہے اس کو تکلیف دینا۔ یوں کہئے کہ ایک ہیں حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ حقوق اللہ توبہ سے معاف ہوسکتے ہیں لیکن حقوق العباد میں جب تک دوسرا بندہ دل سے معاف نہ کرے معافی نہیں ہوسکتی۔ غیبت بھی حقوق العباد میں سے ہے جسے خدا بھی معاف نہیں کرتا، جب تک کہ جس کی غیبت کی گئی ہے وہ معاف نہ کرے۔ لہٰذا زنا سے زیادہ اس کا جرم سنگین ہوا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"جس شخص نے دنیا میں اپنے کسی بھائی کا گوشت کھایا (غیبت کی) تو اسے آخرت میں اس کے بھائی کا گوشت پیش کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ جس طرح تو نے دنیا میں اس کا گوشت کھایا اسی طرح اب بھی اس کا گوشت کھا۔ غیبت کرنے والا جب اس گوشت کو منہ میں رکھے گا تو نہایت برا منہ بنائے گا اور رسوا ہوگا۔" (زجر الشان ص۸۲)

حضرات صحابہ اور اسلاف امت نے اس فعل شنیع سے جس قدر نفرت دلائی ہے ذیل میں ان کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

حضرت کعب بن احبارؓ فرماتے ہیں:

"جو غیبت سے توبہ کرکے مرا وہ سب سے بعد میں جنت میں جائے گا اور جو شخص بلا توبہ مرا وہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔" (زجر الشان ص۸۲)

فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں:

"اے انسان! تو اپنے اوپر خدا کے ذکر کو لازم کر کیوں کہ وہ شفا ہے اور غیبت سے بچ کیوں کہ یہ بیماری ہے۔"

(زجر الشان ص۸۲)

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:

"جس طرح آدمی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے کراہیت کرتا ہے اسی طرح واجب ہے کہ غیبت سے اپنے آپ کو روکے اور جہنم میں نہ جھونکے۔"

(زجر الشان ص۸۲)

حضرت زین العابدین علی ابن الحسن نے ایک شخص کو غیبت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

"اپنے آپ کو غیبت سے بچا، کیوں کہ یہ کتوں کا سالن ہے۔" (زجر الشان ص۸۵)

حضرت ابوقلابہؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

"غیبت کی وجہ سے انسان کا دل ہدایت سے ہٹ جاتا ہے اور ویرانے میں تبدیل ہوجاتا ہے۔" (منہاج العابدین ص۱۱۲)

منقول ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کو کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپؒ کی غیبت کی ہے تو آپؒ نے غیبت کرنے والے آدمی کو کھجوروں کا ایک تھال بھر کر روانہ کیا، اور ساتھ ہی یہ کہلا بھیجا کہ سنا ہے تو نے مجھے اپنی نیکیاں ہدیہ کی ہیں تو میں نے ان کا معاوضہ دینا بہتر جانا۔ (منہاج ص۱۱۰، ج۱)

حضرت عبداللہ ابن مبارک کے سامنے کسی نے غیبت کا ذکر کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ اگر میں کسی کی غیبت کرنا درست جانتا تو اپنی ماں کی غیبت کرتا کیوں کہ میری ماں سب سے زیادہ میری نیکیوں کی مستحق ہے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت حاتم اصمؒ کی نماز تہجد فوت ہوگئی تو آپؒ کو آپ کی بیوی نے عار دلائی۔ آپؒ نے جواب دیا کہ گزشتہ شب ایک جماعت ساری رات نوافل میں مصروف رہی ہے اور صبح انہوں نے میری غیبت کی ہے تو ان کی اس رات کی عبادت قیامت کے روز میرے اعمال کے ترازو میں رکھ دی جائے گی۔ (منہاج العابدین للغزالی ص۱۱۰)

غیبت کرنے والوں کو کتوں سے تشبیہ دینے کی غالباً وجہ یہ ہے کہ غیبت کرنا مردار بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے کہ مردار کا گوشت کھانا اور ہڈیاں چبانا کتوں کا کام ہے لہٰذا غیبت کرنے والے کتوں کے مثل ہوئے کیوں کہ اگر آدمی ہوتے تو ان میں آدمی کی صفت ہوتی اور انسانی حیا ان میں پائی جاتی اور وہ کسی کی غیبت نہ کرتے، نہ کسی پر طعن کرتے۔

میزبانی کے آداب

۱۔ مہمان کے آنے پر خوشی اور محبت کا اظہار کیجئے اور نہایت خوش دلی، وسعت قلب اور عزت و اکرام کے ساتھ اس کا استقبال کیجئے۔ تنگ دلی، بیزاری، سرد مہری اور کڑھن کا اظہار ہرگز نہ کیجئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں انہیں اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے۔ (بخاری، مسلم)

خاطر تواضع کرنے میں وہ ساری ہی باتیں داخل ہیں جو مہمان کے اعزاز و اکرام، آرام و راحت، سکون و مسرت اور تسکین جذبات کے لئے ہوں، خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، ہنسی خوشی کی باتوں سے دل بہلانا، عزت و اکرام کے ساتھ بیٹھنے لیٹنے کا انتظام کرنا۔ اپنے معزز دوستوں سے تعارف اور ملاقات کرانا۔ اس کی ضروریات کا لحاظ رکھنا۔ نہایت خوش دلی اور فراخ دلی کے ساتھ کھانے پینے کا انتظام کرنا اور خود بنفس نفیس خاطر مدارات میں لگے رہنا یہ سب ہی باتیں "اکرام ضیف" میں داخل ہیں۔

☆ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب معزز مہمان آتے تو آپ خود بنفس نفیس ان کی خاطر داری فرماتے"۔

"جب آپ مہمان کو اپنے دستر خوان پر کھانا کھلاتے تو بار بار فرماتے اور کھایئے اور انکار کرتا تب آپ اصرار سے باز آتے"۔

۲۔ مہمان کے آنے پر سب سے پہلے اس سے سلام دعا کیجئے اور خیر و عافیت معلوم کیجئے۔ قرآن میں ہے:

"کیا آپ کو ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی حکایت بھی پہنچی ہے کہ جب وہ ان کے پاس آئے تو آتے ہی سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں سلام کیا"۔

۳۔ دل کھول کر مہمان کی خاطر تواضع کیجئے اور جو اچھے سے اچھا میسر ہو مہمان کے سامنے فوراً پیش کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان جب آئے تو حضرت فوراً ان کے کھانے پینے کے انتظام میں لگ گئے اور جو موٹا تازہ بچھڑا انہیں میسر تھا اسی کا گوشت بھون کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا۔

قرآن میں ہے:

"تو جلدی سے گھر میں جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے بھونا لائے اور مہمانوں کے سامنے پیش کیا"۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کی خاطر داری پر جس انداز سے ابھارا ہے اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت ابو شریح فرماتے ہیں:

"میری ان دو آنکھوں نے دیکھا اور ان دو کانوں نے سنا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہدایت دے رہے تھے"۔

"جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، انہیں اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہئے، مہمان کے انعام کا موقع پہلا شب و روز ہے۔" (بخاری و مسلم)

پہلے شب و روز کی میزبانی کو انعام سے تعبیر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح انعام دینے والا دل کی انتہائی خوشی اور محبت کے گہرے جذبات کے ساتھ انعام دیتے ہوئے روحانی سرور محسوس کرتا ہے ٹھیک یہی کیفیت پہلے شب و روز میں میزبان کا ہونا چاہئے اور جس طرح انعام لینے والا مسرت و شادمانی کے جذبات سے سرشار انعام دینے والے کے احساسات کی قدر کرتے ہوئے اپنا حق سمجھ کر انعام وصول کرتا ہے، ٹھیک اسی کیفیت کا مظاہرہ پہلے شب و روز میں مہمان کو بھی کرنا، چاہئے اور بغیر کسی

جھجک کے اپنا حق سمجھتے ہوئے خوشی اور قربت کے جذبات کے ساتھ میزبان کی پیشکش قبول کرنی چاہئے۔

۴۔ مہمان کے آتے ہی اس کی انسانی ضرورتوں کا احساس کیجئے۔ رفع حاجت کے لئے پوچھئے، منہ ہاتھ دھونے کا انتظام کیجئے۔ ضرورت ہو تو غسل کا انتظام بھی کیجئے۔ کھانے پینے کا وقت نہ ہو جب بھی معلوم کر لیجئے اور اس خوش اسلوبی سے کہ مہمان تکلف میں انکار نہ کرے، جس کمرے میں لیٹنے بیٹھنے اور ٹھہرانے کا نظم کرنا ہو وہ مہمان کو بتا دیجئے۔

۵۔ ہر وقت مہمان کے پاس دھرنا مارے بیٹھے نہ رہئے اور اسی طرح رات گئے تک مہمان کو پریشان نہ کیجئے تاکہ مہمان کو آرام کرنے کا موقع ملے اور وہ پریشانی محسوس نہ کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب مہمان آئے تو ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے کے لئے مہمانوں سے کچھ دیر کے لئے الگ ہو گئے۔

۶۔ مہمانوں کی کھانے پینے پر مسرت محسوس کیجئے تنگدلی، کڑھن اور کوفت محسوس نہ کیجئے۔ مہمان زحمت نہیں بلکہ رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خدا جس کو آپ کے یہاں بھیجتا ہے اس کا رزق بھی اتار دیتا ہے، وہ آپ کے دستر خوان پر آپ کی قسمت کا نہیں کھاتا بلکہ اپنی قسمت کا کھاتا ہے اور آپ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

۷۔ مہمان کی عزت و آبرو کو اپنی عزت و آبرو سمجھئے۔ آپ کے مہمان کی عزت پر کوئی حملہ کرے تو اس کو اپنی غیرت و حمیت کے خلاف چیلنج سمجھئے۔

قرآن میں ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں پر بستی کے لوگ بدنیتی کے ساتھ حملہ آور ہوئے تو وہ مدافعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں ان کے ساتھ بدسلوکی کر کے مجھے رسوا نہ کرو ان کی رسوائی میری رسوائی ہے۔

"لوط نے کہا بھائیو! یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوا نہ کرو۔ خدا سے ڈرو اور میری بے عزتی سے باز رہو۔" (الحجر ۶۸۔۶۹)

۸۔ تین دن تک انتہائی شوق اور ولولے کے ساتھ میزبانی کے تقاضے پورے کیجئے تین دن تک کی ضیافت مہمان کا حق ہے اور حق ادا کرنے میں مومن کو انتہائی فراخ دل ہونا چاہئے۔ پہلا دن خصوصی خاطر مدارات کا ہے۔ اس لئے پہلے روز مہمان نوازی کا پورا پورا اہتمام کیجئے۔ بعد کے دو دنوں میں اگر وہ غیر معمولہ اہتمام نہ رہ سکے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اور مہمان نوازی تین دن تک ہے اس کے بعد میزبان جو کچھ کرے گا وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا۔"

۹۔ مہمان کی خدمت کو اپنا اخلاقی فرض سمجھئے اور مہمان کو ملازموں یا بچوں کے حوالے کرنے کے بجائے خود اس کی خدمت اور آرام کے لئے کمربستہ رہئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معزز مہمانوں کی مہمان نوازی خود فرماتے تھے۔ حضرت امام شافعیؒ جب امام مالکؒ کے یہاں جا کر بطور مہمان ٹھہرے تو امام مالکؒ نہایت عزت و احترام سے انہیں ایک کمرے میں سلا دیا۔ سحر کے وقت امام شافعیؒ نے سنا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور بڑی ہی شفقت سے آواز دی "آپ پر خدا کی رحمت ہو نماز کا وقت ہو گیا ہے" امام شافعیؒ فوراً اٹھے، کیا دیکھتے ہیں کہ امام مالکؒ ہاتھ میں پانی کا بھرا ہوا لوٹا لئے کھڑے ہیں، امام شافعیؒ کو کچھ شرم سی محسوس ہوئی۔ امام مالکؒ تاڑ گئے اور نہایت محبت کے ساتھ بولے۔ بھائی! تم کوئی خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت تو کرنا ہی چاہئے۔

۱۰۔ مہمان کو ٹھہرانے کے بعد، بیت الخلاء بتا دیجئے۔ پانی کا لوٹا دے دیجئے، قبلے کا رخ بتا دیجئے۔ نماز کی جگہ اور مصلے وغیرہ مہیا کر دیجئے۔ امام شافعیؒ کو امام مالکؒ کے خادم نے ایک کمرے میں ٹھہرانے کے بعد کہا۔ حضرت قبلے کا رخ یہ ہے۔ پانی کا برتن یہاں رکھا ہے۔ بیت الخلاء اس طرف ہے۔

۱۱۔ کھانے کے لئے جب ہاتھ دھلائیں تو پہلے خود ہاتھ دھو کر دستر خوان پر پہنچئے اور پھر مہمان کے ہاتھ دھلوایئے۔ امام

مالکؒ نے جب یہی عمل کیا تو امام شافعیؒ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا، کھانے سے پہلے تو میزبان کو پہلے ہاتھ دھونا چاہئے اور دسترخوان پر پہنچ کر مہمان کو خوش آمدید کہنے کیلئے تیار ہو جانا چاہئے اور کھانے کے بعد مہمانوں کے ہاتھ دھلوانے چاہئیں اور سب کے بعد میزبان کو ہاتھ دھونے چاہئیں۔ ہوسکتا ہے کہ اٹھتے اٹھتے کوئی اور آپہنچے۔

۱۲۔ دسترخوان پر خورد ونوش کا سامان اور برتن وغیرہ مہمانوں کی تعداد سے کچھ زیادہ رکھئے ہوسکتا ہے کہ کھانے کے دوران کوئی اور صاحب آجائیں اور پھر ان کے لئے انتظام کرنے کو دوڑنا بھاگنا پڑے اور اگر برتن اور سامان پہلے سے موجود ہوگا تو آنے والا بھی سبکی کے بجائے مسرت اور عزت افزائی محسوس کرے گا۔

۱۳۔ مہمان کے لئے ایثار سے کام لیجئے۔ خود تکلیف اٹھا کر اس کو آرام پہنچایئے۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا حضور! میں بھوک سے بے تاب ہوں، آپ نے اپنی کسی بیوی کے یہاں کہلایا، کھانے کے لئے جو کچھ موجود ہو بھیج دو۔ جواب آیا۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے یہاں تو پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، پھر آپؐ نے دوسری بیوی کے یہاں کہلا بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب آیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے ایک ایک کر کے سب بیویوں کے یہاں کہلوایا اور سب کے یہاں سے اسی طرح کا جواب آیا۔ اب آپؐ اپنے صحابیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا آج رات کے لئے اس مہمان کو کون قبول کرتا ہے، ایک انصاری صحابیؓ نے کہا یارسول اللہ! میں قبول کرتا ہوں۔

انصاری مہمان کو اپنے گھر لے گئے اور گھر جا کر بیوی کو بتایا "میرے ساتھ یہ رسول اللہ کے مہمان ہیں ان کی خاطر داری کرو" بیوی نے کہا "میرے پاس تو صرف بچوں کے لائق کھانا ہے، صحابی نے کہا کہ بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو اور جب مہمان کے سامنے کھانا رکھو تو کسی بہانے سے چراغ بجھا دینا اور کھانے پر مہمان کے ساتھ بیٹھ جانا تاکہ اس کو یہ محسوس ہو کہ ہم بھی کھانے میں شریک ہیں۔"

اس طرح مہمان نے تو پیٹ بھر کر کھایا اور گھر والوں نے ساری رات فاقے سے گزاری، صبح جب یہ صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ تم دونوں نے رات اپنے مہمان کیساتھ جو حسن سلوک کیا وہ خدا کو بہت ہی پسند آیا (بخاری ومسلم)

۱۴۔ اگر آپ کے مہمان نے کبھی کسی موقع پر آپ کے ساتھ بے مروتی اور روکھے پن کا سلوک کیا ہو تب بھی آپ اس کے ساتھ نہایت فراخدلی، وسعتِ ظرف اور فیاضی کا سلوک کیجئے۔

حضرت ابوالاحوص جشمیؓ اپنے والد کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "اگر کسی کے پاس سے میرا گزر ہو تو کیا میں اس کی مہمانی کا حق ادا کروں؟ یا اس (کی بے مروتی اور بے رخی) کا بدلہ چکھاؤں؟ نبیؐ نے ارشاد فرمایا "نہیں بلکہ تم بہرحال اس کی مہمانی کا حق ادا کرو۔" (مشکوۃ)

۱۵۔ مہمان سے اپنے حق میں خیر و برکت کی دعا کے لئے درخواست کیجئے بالخصوص اگر مہمان نیک، دیندار اور صاحب فضل ہو، حضرت عبداللہ ابن بسرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے یہاں مہمان ٹھہرے۔ ہم نے آپؐ کے سامنے ہریسہ پیش کیا۔ آپؐ نے تھوڑا سا تناول فرمایا پھر ہم نے کھجوریں پیش کیں۔ آپ کھجوریں کھاتے تھے اور گٹھلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں پکڑ پکڑ کر پھینکتے جاتے تھے۔ پھر پینے کے لئے کچھ پیش کیا گیا۔ آپؐ نے نوش فرمایا اور اپنے دائیں طرف بیٹھنے والے کے آگے بڑھا دیا۔ جب آپ تشریف لے جانے لگے تو والد محترم نے آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور درخواست کی کہ حضور ہمارے لئے دعا فرمائیں...... اور نبی کریمؐ نے دعا فرمائی۔

"خدایا! تو نے ان کو جو رزق دیا ہے اس میں برکت فرما۔ ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم کر"۔

حکیم طارق محمود چغتائی

موت کے سائنسی انکشافات

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ دنیا میں جتنے انسان بستے ہیں ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ ان میں کچھ ایسے ملیں گے جو کہ اللہ کو اس کے رسول کو نہیں مانتے ہوں۔ بعض ایسے ملیں گے کہ آخرت کی زندگی کو تسلیم نہیں کریں گے لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ وہ مرے گا نہیں۔ اس حقیقت کو کڑوی گولی کی طرح برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے موت کے بارے میں بہت کچھ تعلیمات سے انسانیت کو منور کیا ہے اور موت کی حالتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے اور اس کی تکلیف کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی درس بھی بتایا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی درس یہی ہے کہ مسلمان اپنی موت اور آخرت کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے تمام شعبوں کے اعمال کو ادا کریں اور بار بار موت کا تذکرہ آپس میں کثرت سے کرتے رہیں۔ عالم نزع میں کیا ہوتا ہے اس کے بعد کیا ہوگا۔ آخرت میں کیا ہوگا۔ اس کے بارے میں بتادیا ہے۔ جدید سائنس اس کے بارے میں کیا کہتا ہے آیئے زیر نظر مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔

مرتے وقت کیا محسوس ہوتا ہے؟

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا لیکن ہر شخص کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موت کیا ہے؟ روح کیا ہے؟ مرتے وقت انسان پر کیا گزرتی ہے؟ اور مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اس وقت ترقی یافتہ ممالک کے سائنس داں ماہر ڈاکٹر اور دیگر ریسرچ کرنے والے موت پر تحقیقات کر رہے ہیں انہوں نے ہزاروں قریب المرگ لوگوں کے واقعات قلمبند کئے۔ ۱۹۵۷ء میں بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈاکٹر ریمنڈ موڈی کی کتاب لائف آفٹر لائف (حیات بعد موت) شائع ہوئی عوام اور ڈاکٹروں نے اس کتاب کے موضوع کو بیحد سراہا۔ اس کتاب میں سب سے حیرت زدہ بات جسم کے بغیر وجود کے احساس کا بیان ہے کیونکہ آج دنیا میں بہت سے مادہ پرست لوگوں کے نزدیک مادی جسم کے بغیر وجود کا تصور ناممکن ہے۔

دوسری عجیب بات اس کتاب میں ہے کہ تمام مرنے والوں نے ایک نہایت بڑی تیز روشنی کو مختلف طریقوں سے بیان کیا مگر اس روشنی کی حرارت تمازت اور شفقت کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے معذوری کا اظہار کیا البتہ اتنا ضرور بتایا کہ وہ روشن وجود بڑی آسانی سے ان پر محیط ہوگیا۔

تھامس ایڈیسن کے انتقال کا واقعہ

اسی مضمون میں مشہور سائنس داں تھامس ایڈیسن ۱۸۴۷ تا ۱۹۳۱ء کے انتقال کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ بعض لوگوں کا دعویٰ تھا کہ وہ خدا کو ماننے والا تھا وہ جب مرنے لگا تو اس کی بیوی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اب ایسا دکھائی دیتا تھا کہ وہ سویا ہوا ہے اس کا دل غیر معمولی طور پر دھڑک رہا تھا کمرے میں مکمل طور پر خاموشی طاری تھی اچانک ایڈیسن کسی کی مدد کے بغیر اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کئی سکنڈ تک سامنے دیوار کو گھورتا رہا پھر اپنی بیوی کی طرف مڑ کر کہا کہ "وہاں کتنا خوبصورت منظر ہے"۔ اس نے کیا دیکھا یہ ایڈیسن نے نہیں بتایا اور کوئی شخص بھی نہیں بتا سکتا۔

ایک اور واقعہ ہنری وارڈ بیچر کا ہے جو اپنے زمانے کا مشہور خطیب تھا وہ لوگوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا کرتا تھا اور بڑے دردناک لہجے میں حیات بعد موت کی حالت بیان کیا کرتا تھا۔ ہنری خود مرنے لگا تو اس نے طبیب کو اپنے قریب بلا کر کرخت آواز میں سرگوشی کی۔ ڈاکٹر دوسری دنیا کا راز تو اب

کھلا ہے اس نے یہ نہیں بتایا کہ کیا لیکن اس کے الفاظ میں اسراریت اور بڑھ گئی۔

آسٹریلین تحقیقات

ستمبر ۱۹۷۸ء میں آسٹریلیا کے ایک چھوٹے سے شہر النسبرگ میں دنیا بھر کے ایک ہزار چوٹی کے ماہر نفسیات علمائے دین سائنس داں ڈاکٹر جمع ہوئے اور حیات بعد الموت کے موضوع پر ایک ہفتے تک بحث و مباحثے جاری رہے۔ موضوع گفتگو یہ تھا کہ نزع کے عالم میں انسان جن مناظر سے یکایک دوچار ہوتا ہے ان کی اصلیت کیا ہے ظاہری موت کے بعد جن لوگوں کو طبی امداد سے زندہ کرلیا گیا تھا ڈاکٹروں نے ان کے بیاناتُ میں حیرت انگیز مشابہت پائی۔ ان سب کے مرنے کے بعد (حالانکہ مرنے کا وقفہ بہت قلیل تھا) یکساں تجربات سے گزرنا پڑا۔ اس کانفرنس کے بعد اس کے ترجمان نے اعلان کیا کہ ان تحقیقات کے نتیجے میں ڈاکٹروں علمائے دین اور سائنس دانوں کو یقین ہوگیا ہے کہ زندگی کا خاتمہ قبر پر ہی نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے انہوں نے مزید کہا کہ اب سب شرکاء ان تحقیقات سے مطمئن ہیں انہیں اب تک موت کے بعد زندگی کا تصور ڈھکوسلا نظر آرہا تھا۔

ڈاکٹر کارس اوسز نے اس قسم کے ایک ہزار معاملات کی چھان بین کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر موت کی کیفیت طاری ہوگئی تھی اور ڈاکٹروں نے ان کی طبی موت کی تصدیق کردی تھی مگر بعد میں ان کی تن مردہ میں جان دوڑ گئی سوال کیا گیا کہ موت کی حالت طاری ہونے کے بعد انہوں نے کیا دیکھا؟ اور کیا محسوس کیا۔ سب کا بیان یہ تھا کہ موت کے بعد انہوں نے نجات مطلق کی دلنواز اور فرحت انگیز کیفیت محسوس کی۔ اس عالم میں اپنے مرحوم عزیزوں سے ان کی ملاقات ہوئی انہوں نے کہا کہ ''ہم تمہارے لئے سعادتوں کے مژدے اور بشارتوں کے وعدے لائے ہیں'' بعض نفسیات دانوں کا خیال ہے کہ نزع میں مختلف افراد کو جو مناظر نظر آتے ہیں وہ درحقیقت ان کے مذہبی عقائد اور سماجی روایات کا عکس ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں بھارت اور امریکہ کے ان افراد سے انٹرویو لئے گئے جو مر کر جی اٹھے تھے یہ لوگ مختلف عقائد اور سماجی ماحول سے تعلق رکھتے تھے تاہم حیرت یہ ہے کہ اپنے دم آخر ان سب نے ایک ہی کیفیت محسوس کی ان سب نے ایک تیز چمکدار روشنی دیکھی اور پھر خود کو مسرت و شادمانی کے دریا میں غرق پایا بہت سے مرنے والوں نے اپنے مرحوم رشتہ داروں سے ملاقات کی۔

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ روحانیت تو الگ ہم طبیعات میں بھی ان چیزوں پر یقین کرنے پر مجبور ہیں جو نظر نہیں آتیں مثلاً ایٹم کیا ہے کسی نے ایٹم کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے البتہ مجموعی اور مربوط شہادتوں سے ایٹم کے وجود کی تصدیق ہوتی ہے چند سائنسدانوں نے ان واقعات کی توضیح اس طرح کی ہے کہ نزع کے عالم میں بیمار کو جو خواب آور دوائیں دی جاتی ہیں ان کے سبب یہ صورت حال پیش آتی ہے کچھ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ جانکنی کے عالم میں دماغ کی آکسیجن کا قحط پڑ جاتا ہے اور یہ عجائبات پیش آتے ہیں یہ یورپ اور امریکہ کے سائنس داں ماہر نفسیات اور

> ڈاکٹر کہتے ہیں کہ روحانیت تو الگ ہم طبیعات میں بھی ان چیزوں پر یقین کرنے پر مجبور ہیں جو نظر نہیں آتیں مثلاً ایٹم کیا ہے کسی نے ایٹم کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے البتہ مجموعی اور مربوط شہادتوں سے ایٹم کے وجود کی تصدیق ہوتی ہے چند سائنسدانوں نے ان واقعات کی توضیح اس طرح کی ہے کہ نزع کے عالم میں بیمار کو جو خواب آور دوائیں دی جاتی ہیں ان کے سبب یہ صورت حال پیش آتی ہے کچھ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ جانکنی کے عالم میں دماغ کی آکسیجن کا قحط پڑ جاتا ہے اور یہ عجائبات پیش آتے ہیں یہ یورپ اور امریکہ کے سائنس داں ماہر نفسیات اور علماء کے نظریات کا خلاصہ ہے۔

علماء کے نظریات کا خلاصہ ہے! بہر حال تحقیقات اور کوشش کے باوجود بھی دنیا کا کوئی سائنس داں ماہر نفسیات محقق کلی طور پر یہ بتانے سے قاصر ہے کہ آخر موت کیا ہے؟ نزع کا عالم کیسا ہوتا ہے؟ یہ تو ایک سربستہ راز ہے جس سے وہی واقف ہے جس نے انسانوں کو پیدا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''روح خدا کا امر ہے؟'' موت ایک حقیقت (ارنلنڈ جون)

مولانا یوسف لدھیانوی کی تحریر

مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اپنے ایک مضمون میں حیات بعد الموت کے بارے میں لکھا کہ موت کے بعد انسان ایک دوسرے جہاں میں پہنچ جاتا ہے جس کو عالم برزخ کہتے ہیں وہاں کے پورے حالات کو سمجھنا ممکن نہیں اس لئے نہ تو تمام کیفیات بتائی گئی ہیں اور نہ انسان ان کے معلوم کرنے کا مکلف ہے البتہ جتنا ہم سمجھ سکتے تھے عبرت کے لئے ان سب کو بیان کردیا ہے۔ حدیث مبارک میں ارشاد ہے کہ ''ایک میت پہچانتی ہے کہ کون اسے غسل دیتا ہے کون اسے اٹھاتا ہے کون اسے کفن پہناتا ہے اور کون اسے قبر میں اتارتا ہے دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے یا قبر میں یا دونوں جگہ؟ اس کے بارے میں بھی مختلف روایات ہیں مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علیین (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں) بد ارواح کا اصل ٹھکانہ سجین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم سے کردیا جاتا ہے خواہ جسم قبر یا کسی درندے کے پیٹ میں الغرض جسم کے اعضاء جہاں جہاں ہوں گے روح کا ایک خاص تعلق ان سے قائم رہے گا اور اسی خاص تعلق کا نام عالم برزخ ہے۔ (برزخ کے معنی پردہ کے ہیں)۔

روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں یہ تو بیان کیا جاچکا ہے کہ کفار و فجار کی روحیں سجین کی جیل میں مقید ہوتی ہیں ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ٹھوس ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا اس لئے اس سلسلہ میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے اصل بات یہ ہے کہ روح اپنے تصرفات کے لئے جسم کی محتاج ہے۔ جس طرح جسم کے بغیر کچھ نہیں اسی طرح روح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کرسکتی یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کردیئے جاتے ہیں اس لئے مرنے کے بعد روح اگر کوئی تصرف کرسکتی ہے تو مثالی جسم دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن ارواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذن اللہ کہیں آتی جاتی ہیں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی مثلاً شب معراج میں انبیاء کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ہونا شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے اس کے لئے ضابطہ کرنا مشکل ہے۔

دو صحابہ کرامؓ کا واقعہ

عراق کے شاہ فیصل اول کے زمانے میں بغداد میں دو صحابہ کرامؓ کا تاریخی واقعہ بھی ایمان کو تازہ کرنے والا اور نہایت حیرت انگیز ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں سیکڑوں لوگوں نے ان دو صحابہ کرام کی جسمانی زیارت کی جن کی قبریں پرنور، پانی رسنے کی وجہ سے جب کھولی گئیں تو ان کے اجسام مطہر موجود تھے اور ان کے چہروں پر نظر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں دفنائے ہوئے ابھی چند گھنٹے ہوئے ہیں حالانکہ وہ تیرہ چودہ صدیاں پہلے دفن کئے گئے تھے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں غیر معمولی چمک تھی وہاں پر موجود اشخاص میں سے کسی کو اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان سے آنکھیں ملاسکے ایک جرمن ماہر چشم تو یہ منظر دیکھ کر ہی مسلمان ہوگیا بعد ازاں اور بھی بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کا ایمان تازہ ہوگیا۔

●●●